بیاد شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ

مسلسل اشاعت کے پینتالیس سال

دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کا علمی و دینی مجلہ

ماہنامہ الحق

538

رجب ۱۴۳۱ھ

جون 2010

مدیر مسئول مولانا سمیع الحق

معاونین جامعہ دارالعلوم حقانیہ سے ایک ضروری

اپیل

محترم! دارالعلوم حقانیہ کی علمی، ملی و دینی ہمہ گیر خدمات سے بحمد للہ آپ بخوبی واقف ہیں اور موجودہ پُرفتن دور میں ایسے مرکز علوم رسالت کی اہمیت وضرورت بھی آپ پر مخفی نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے دعوت وتبلیغ، تعلیم وتدریس، اصلاح وارشاد اور جہاد کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جس کی ذمہ داری ملک وبیرون ملک فضلائے حقانیہ نے نہ سنبھالی ہو۔ صرف ایک جہاد افغانستان کو لیجئے تو دارالعلوم کے ہزاروں فضلاء اور طلباً نے اس صدی کے عظیم جہاد میں قائدانہ کردار ادا کیا جو تمام معاونین کے لئے تا قیامت صدقہ جاریہ بن رہا ہے۔

جامعہ حقانیہ اپنے تمام ترقی پذیر شعبوں میں خطیر مصارف (جو کہ تعمیراتی اخراجات کے علاوہ سالانہ واجبی مصارف دو کروڑ سے متجاوز ہیں) کا محتاج ہے جبکہ دارالعلوم حکومتوں کے تعاون سے بھی بالکل بے نیاز ہے اور نہ ہی اس کے باضابطہ مستقل سفراء ہیں، صرف اور صرف آپ جیسے حساس دردمند اہل خیر معاونین کے مالی تعاون سے یہ سارا کارخانہ علوم نبوت چل رہا ہے۔ جس میں ڈھائی ہزار تک طلباً علوم نبویہ سے ہر سال مستفید ہوتے ہیں۔ ایسے نازک وقت میں آپکی توجہات کی مزید شدت سے ہمیں ضرورت ہے کہ خود اور اپنے زیر اثر حلقہ احباب و اہل خیر میں بھی دارالعلوم کے مالی تعاون کے لئے سعی فرمائیں اور اللہ کے دین کے فروغ اور حق کی بالادستی کے لئے کوشاں اس ادارہ کی پہلے سے بڑھ چڑھ کر ہر ممکن تعاون اور سرپرستی سے ممنون فرمائیں۔ **واجرکم علی اللہ۔**

ترسیل زر کا پتہ

(مولانا) سمیع الحق

مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ

اکاؤنٹ نمبرز: یو بی ایل اکوڑہ خٹک 7 - 100-0001

نیشنل بینک اکوڑہ خٹک 5 - 17 ☆ مسلم کمرشل بینک جہانگیرہ 6 - 1120

Email: editor_alhaq@yahoo.com

اے بی سی آڈٹ بیورو سرکولیشن کی مصدقہ اشاعت

ماہنامہ
الحق
اکوڑہ خٹک

جلد نمبر ۔۔۔ 45
شمارہ نمبر ۔۔۔ 09
رجب ۔۔۔ ۱۴۳۱ھ
جون ۔۔۔ ۲۰۱۰ء

مدیر اعلیٰ: حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ
نگران: حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ
مدیر: حافظ راشد الحق سمیع حقانی
ناظم شفیق الدین فاروقی

اس شمارے کے مضامین

نقش آغاز: جنرل میک کرسٹل کی برطرفی افغانستان میں امریکی شکست کا اعلان ..... مولانا راشد الحق سمیع ۲

جامعہ دارالعلوم حقانیہ کی تقریب دستار بندی و ختم بخاری سے حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کا خطاب اور آنکھوں دیکھا حال ..... ابن مدنی حقانی ۴

قصرِ ختم نبوت کی آخری اینٹ ..... حضرت مولانا انوار الحق صاحب ۹

قرآن کریم کی معجز بیانی ..... مولانا محمد سمعان خلیفہ ندوی ۱۶

اتحادِ اسلامی' قرآن' سنت اور عقل کی روشنی میں ..... جناب ابرار خٹک ۲۴

فضلائے حقانیہ کی تالیفی اور تصنیفی خدمات ..... مولانا سید حبیب اللہ شاہ حقانی ۳۸

ادھار کی صورت میں زیادہ قیمت پر مختلف ممالک کی کرنسی کا جائزہ ..... مولانا مفتی مختار اللہ حقانی ۴۵

''فقہی سیمینار'' اسلامی نظریاتی کونسل (سود کے بارے میں اہم رپورٹ) ..... مولانا مفتی غلام قادر ۵۴

دارالعلوم کے شب و روز (داخلہ شیڈول۔ مجلس شوریٰ کا اہم اجلاس: دارالعلوم اور وفاق المدارس کے سالانہ امتحانات کا انعقاد: مولانا مدظلہ کا دورہ کراچی۔ نائب مہتمم صاحب کی مصروفیات) ..... جناب شفیق الدین ۵۸

تعارف تبصرہ کتب ..... ادارہ ۶۱

کمپوزنگ: بابر حنیف

ماہنامہ الحق دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ (سرحد) پاکستان۔ فون نمبر (0923)630340-630435
ای میل: Email: editor_alhaq@yahoo.com Fax (0923)630922
سالانہ بدل اشتراک اندرون ملک فی پرچہ -/25 روپے سالانہ -/250' بیرون ملک 25$ امریکی ڈالر
ناشر: مولانا سمیع الحق مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک' منظور عام پریس پشاور

نقش آغاز بسم اللہ الرحمن الرحیم مولانا راشد الحق سمیع

جنرل میک کرسٹل کی برطرفی
افغانستان میں امریکی شکست کا واضح اعلان

توقعات اور تجزیوں کے عین مطابق مجاہدین اور شہداء کی سرزمین افغانستان میں تیسری بڑی سپر پاور کی قبر کیلئے کتبہ لکھا جاچکا ہے اور عنقریب مجاہدین اسلام' روس' برطانیہ کے تکبر و نخوت کی بوسیدہ قبروں کے ساتھ امریکہ کیلئے نئی کھودی گئی قبر پر بھی یہ کتبہ لگانے والے ہیں (ان شاء اللہ) اس وقت امریکی سامراج شکست و ریخت کے تاریخی عمل سے گزر رہا ہے اور اسکا آسمان کو چھوتا تکبر افغانستان کے پہاڑوں اور ریگزاروں میں دھنستا چلا جارہا ہے۔ اسی لئے تو ۲۰۰۱ء میں روسی جرنیل گروموف نے افغانستان میں امریکہ کی آمد پر اپنی خوشی کا اظہار کیا تھا کہ ''امریکیوں نے افغانستان پر حملہ کرنے سے پہلے افغانستان میں ہماری جنگ کے نتائج دیکھ لئے ہوتے تو وہ یہاں پر آنے سے پہلے ہزار بار سوچتے لیکن اچھا ہوا کہ وہ بھی ہماری طرح آگئے۔ ہم نے جو مزہ چکھا ہے اب اس سے امریکی بھی لطف اندوز ہوں گے'' مطلب یہ ہے کہ جو کام روس جیسی بڑی پاور نہ کرسکا تھا وہ پھٹے پرانے' سادہ لوح لیکن بہادر' غیور افغانیوں' اور نہتے مولویوں اور طالبان کے ہاتھوں ہوتا نظر آرہا ہے۔ امریکہ نے آج سے نو برس قبل بڑی رعونت اور طمطراق کیساتھ افغانستان پر ہلہ بول دیا تھا اور اسکے ساتھ اس کی دم چھلہ نیٹو کی افواج بھی تھی کہ بس کچھ ہی دنوں میں افغانستان میں فتح کے جھنڈے گاڑھیں جائیں گے لیکن آج نو برس کی طویل جنگ کے بعد اسکی تمام تر رعونت' عظیم جنگی ساز و سامان' نئے آلات حرب اور دنیا کی بہترین جدید ٹیکنالوجی فرعون کے لاؤلشکر کی طرح افغانستان کے ندی نالوں میں کیڑے مکوڑوں کی طرح غرقاب ہورہی ہے۔ اس تلخ حقیقت کا ادراک امریکہ کو افغانستان آمد کے فوراً بعد ہی ہوچلا تھا لیکن وہ اپنا بھرم چپ رہ کر قائم رکھنا چاہتا تھا لیکن خود اسکے امریکی اور نیٹو افواج کے چیف جنرل اسٹینلے میک کرسٹل نے ساری دنیا کے سامنے ایک انٹرویو میں افغانستان میں امریکہ کی واضح شکست کا اعلان کردیا ہے۔ جنرل کرسٹل نے واضح الفاظ میں یہ حقیقت زبان سے آشکارا کردی ہے کہ یہ جنگ لاحاصل ہے اس کا اختتام امریکیوں کے حق میں بالکل اچھا نہیں ہوگا۔ افغانستان کے زمینی حقائق ہماری سوچ اور تمام تجزیوں کے بالکل برعکس ہیں۔ اس اعلان سے امریکی صدر اوبامہ کے قصرِ اقتدار پر زلزلہ طاری ہوگیا ہے یہ وہ باراک اوبامہ ہے جس نے صدارتی الیکشن تبدیلی کے نام پر جیتا تھا۔ کیونکہ اس کو یہ حقیقت معلوم تھی کہ امریکی عوام کبھی بھی جنگ نہیں چاہتے اور خصوصاً افغانستان کی لاحاصل جنگ سے تو انہیں ابتدا ہی سے نفرت ہے۔ اسی لئے امریکیوں نے بُش کو مسترد کرکے ایک سیاہ فام شخص منتخب کیا کہ وہ عراق اور افغانستان سے فوجیں بلاکر امریکہ کو ایک پرامن ملک کے طور پر دنیا اور خصوصاً مسلمانوں کیلئے ایک دوست ملک کے طور پر منوائے۔ لیکن یہ تبدیلی

بھی کارگر ثابت نہ ہوئی اور باراک اوبامہ اپنے پیشرو ظالم بُش کی پرانی ڈگر پر چل رہا ہے اور مسلسل امریکی عوام کو یہ دھوکہ دے رہا ہے کہ افغانستان عنقریب ہی طالبان سے صاف کردیا جائیگا لیکن اسکا سارا کھیل تماشے کا بھانڈا امریکی افواج کے سربراہ جنرل میک کرسٹل نے بیچ چوراہے میں پھوڑ دیا اور اسکے ساتھ ساتھ پینٹا گون اور وائٹ ہاؤس کے اختلافات بھی سامنے آرہے ہیں۔اسی لئے امریکہ اپنی خفت مٹانے اور مدد کیلئے اعلانیہ اور خفیہ طور پر پاکستان اور سعودی عرب کو پکار رہا ہے کہ ہمیں افغانستان کی دلدل سے باعزت طور پر نکالا جائے کہ ہماری شکست دنیا پر کسی طور پر واضح نہ ہو کیونکہ اس وقت امریکہ میں داخلی طور پر بھی افغانستان کی جنگ کے مسئلہ پر شدید تنقید ہورہی ہے اور دوسری جانب نیٹو اور امریکہ کے اتحادی بھی مزید لاحاصل جنگ کرنے سے کترانے کی کوشش کررہے ہیں۔ یہ وہ منظر ہے جب ڈاکو اور چور ناکام ہوکر آخر میں خود ایک دوسرے کیساتھ لڑنا شروع کردیتے ہیں اور آخر میں انکا مقدر صرف ناکامی اور شکست ورسوائی ہوتا ہے ___ ۲۰۱۰ء کا سال امریکیوں کیلئے بہت بھاری ثابت ہوا ہے۔اس سال ان کا جانی نقصان ماضی سے کئی گنا زیادہ ہورہا ہے۔صرف جون کے مہینے میں اسی (۸۰) کے قریب امریکی اور نیٹو کے فوجی نہتے طالبان کے ہاتھوں مارے گئے ہیں۔(جبکہ مصدقہ اطلاعات کے مطابق اصلی تعداد سینکڑوں میں ہے) یہ گویا نئے امریکی جرنیل پیٹریاس کو طالبان نے سلامی اور تحفے دیئے ہیں۔نئے جرنیل جو کہ افغانستان میں افواج کے سربراہ ہیں' نے اپنی آمد کے فوراً بعد یہ اعلان کردیا ہے کہ ''افغان جنگ جیتنا آسان کام نہیں۔ہمیں یعنی اتحادیوں کو بھرپور ''اتحاد'' کا مظاہرہ کرنا ہوگا تب ہی ہمیں کچھ کامیابیاں مل سکتی ہیں۔'' جرنیل پیٹریاس کا بیان بھی اس بات کی غمازی کررہا ہے کہ شکست و ریخت کا عمل اب اپنے اختتامی انجام کو پہنچنے والا ہے اور محض افراد اور جرنیلوں کی تبدیلی امریکی شکست کا راستہ نہیں روک سکتی بلکہ اب امریکیوں کو کھل کر طالبان کیساتھ مذاکرات کرنے چاہیئں ورنہ امریکہ کا افغانستان میں انجام ویت نام کی جنگ سے بھی زیادہ خطرناک اور بھیانک ہوسکتا ہے۔اس کیساتھ ساتھ اب پاکستان کو بھی ہوش کے ناخن لینے چاہیئں اور اپنی گردن سے طوق غلامی کو پھینک دینا چاہیے کیونکہ اب مستقبل قریب میں امریکہ افغانستان سے بھاگنے والا ہے۔ پاکستان اور افغانستان چونکہ پڑوسی ہیں اور پڑوسی کبھی تبدیل نہیں ہوسکتے۔پھر پاکستان کے داخلی استحکام اور امن وامان کا تعلق بھی افغانستان کے امن وامان کے ساتھ وابستہ ہے اور خصوصاً پاکستان کے تمام تر مفادات افغانستان اور خصوصاً پختونوں کیساتھ وابستہ ہیں۔اگر آج پاکستان امریکہ کا مزید ساتھ دینے سے انکار کردے تو افغانستان سے امریکی افواج کے بھاگنے میں مہینے اور سال نہیں بلکہ کچھ ہفتے لگ سکتے ہیں۔لیکن اس کیلئے ایمان اور ملی حمیت چاہیے جو کہ بدقسمتی سے ہمارے مفلس اور قلاش حکمرانوں کے پاس نہیں۔بہرحال امریکہ افغانستان کی ایسی کالی سرنگ میں پھنس چکا ہے جسکی دوسری جانب اس کیلئے کوئی راستہ' کوئی روشنی اور کوئی امید باقی بچی نہیں۔اب مجاہدین اور مسلمان اپنے حصے کی رات بتا چکے ہیں اب تھوڑی ہی دیر میں ''صبح صادق'' طلوع ہونے والی ہے۔انشاء اللہ۔

شب گریزاں ہوگی آخر جلوۂ خورشید سے یہ چمن معمور ہوگا نغمۂ توحید سے

رپورٹ :
مولانا محمد اسرار ابن مدنی حقانی

جامعہ دارالعلوم حقانیہ کی تقریب دستار بندی و ختم بخاری سے حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کا خطاب اور آنکھوں دیکھا حال

۸رجولائی ۲۰۱۰ء بروز جمعرات کو منتظمین جامعہ حقانیہ نے جلسہ دستار بندی اور تقریب ختم بخاری شریف کے انعقاد کا فیصلہ کیا۔ چنانچہ اس مبارک تقریب میں شرکت کیلئے ملک کے کونے کونے سے عوام وخواص کے قافلے دارالعلوم حقانیہ کی طرف رواں دواں تھے، جن سے صرف دارالعلوم حقانیہ نہیں بلکہ اکوڑہ خٹک کے پورے قصبہ میں زبردست رونق اور گہما گہمی پیدا ہوگئی تھی، ساری بستی میں اہل علم وعمل کی آمد سے سڑکوں اور بازاروں اور مسجدوں میں ایک عجیب بہار کا سماں تھا۔ یوں لگ رہا تھا کہ اکوڑہ خٹک کی وادی میں یکایک آسمان سے سفید کپڑوں میں ملبوس جبہ ودستار سے مزین خوبصورت اور نورانی مخلوق اتر آئی ہو۔

دارالعلوم حقانیہ کا ہر گوشہ اور ہر کمرہ اپنی رعنائی ودلکشی میں سجھی ہوئی دلہن کا نظارہ پیش کررہا تھا۔ چنانچہ جوں جوں دستار بندی کا وقت قریب ہوتا گیا طلباء دورہ حدیث کے چہروں پر شگفتگی کے گلاب کھلے جارہے تھے، بالآخر وہ مبارک گھڑی آہی گئی جس کے انتظار میں طلباء اوران کے متعلقین کئی سالوں سے منتظر تھے۔

تقریباً 1500 فضلاء دورہ حدیث متخصصین اور حفاظ کرام کی جلسہ دستار بندی ہزاروں لوگوں کا عظیم اجتماع ایوان شریعت ہال میں قرار پایا۔ جس کے باہر بھی دارالعلوم کے تمام میدان، مسجد اور درسگاہیں اور بالکونیاں، برآمدے لوگوں سے بھرے ہوئے تھے، بلکہ جامعہ سے باہر دو تین کلومیٹر تک جی ٹی روڈ کے اطراف بھی زائرین اور مہمانوں سے بھرے ہوئے تھے، ایک محتاط اندازے کے مطابق ڈیڑھ دو لاکھ افراد موجود تھے۔

چنانچہ اس بابرکت تقریب کا آغاز ونامور ومعروف قراء قاری بزرگ شاہ الازھری اور شاہ فیصل مسجد اسلام آباد کے خطیب مولانا قاری اخلاق مدنی تلاوت کلام الٰہی سے ہوا۔ اس کے بعد نائب مہتمم جامعہ حقانیہ حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ نے جامعہ کی خدمات وتعارف سے مخاطبین کو روشناس کرانے کے ساتھ ساتھ آنے والے مہمانوں کا تہ دل سے شکریہ ادا کیا۔ اس کے بعد حضرت الاستاد شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ نے بخاری شریف کی آخری حدیث شریف کا باقاعدہ درس شروع کیا۔ حضرت الاستاد نے مختصر، جامع پرمغز اور پراثر انداز میں آخری

حدیث شریف کی تشریح فرمانے کے بعد علماء وطلباء وعوام الناس کے عظیم اجتماع سے فکر انگیز خطاب فرمایا چونکہ اس سے پہلے حضرت الاستاذ نے اپنے زیر درس کتاب المغازی کے اختتامی تقریب میں شرکاء دورۂ حدیث کو ایمان افروز خطاب فرمایا تھا۔لہٰذا افادہ عام کے لئے دونوں بیانات کا خلاصہ درج ذیل ہے۔حصہ اول کے مخاطبین شرکائے دورہ حدیث جبکہ حصہ دوم کے مخاطبین علماء اور عوام الناس ہیں۔

حصہ اول: خطبہ مسنونہ کے بعد حضرت الاستاد نے فضلاء حقانیہ کو ان کی ذمہ داریوں کا احساس دلاتے ہوئے فرمایا عزیز طلباء! الحمدللہ آپ صحاح ستہ سے فارغ ہوئے تمام آفات وبلیات سے بچ کر اللہ تعالیٰ نے آپ اور ہم کو تحصیل علم کے لئے منتخب فرمایا۔یہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے۔**یمنون علیک ان اسلموا قل لا تمنوا علی اسلامکم بل اللہ یمن علیکم ان ھداکم للایمان الخ**

والد مکرم شیخ الحدیثؒ فرمایا کرتے تھے اگر اللہ تعالیٰ ہم کو گندی نالی کے کیڑے مکوڑے پیدا کرتا تو ہم کیا کر سکتے تھے یہ تو اس کا لطف واحسان ہے کہ انسان پھر مسلمان پیدا کیا۔اور مزید کرم یہ کہ تحصیل علم کیلئے ہم جیسے نالائقوں کو وقف فرمایا۔

میرے عزیز ساتھیو! یہ دستار فضیلت اگر مقام ومنزلت کے لحاظ سے سرخروئی دارین کا تاج مرصع ہے تو ذمہ داری اور تقاضوں کے لحاظ سے اتنی نازک ترین امانت ہے جس کا سنبھالنا پہاڑوں دریاؤں اور آسمان کے بس میں نہیں۔روس امریکہ چین اور یورپ بلکہ ساری خدائی نے اس کے بوجھ کے اٹھانے سے انکار کیا۔یہ آپ ہی علماء وطلباء کی جماعت تھی جس نے اس کے اٹھانے کی ٹھانی۔

انا عرضنا الامانة علی السموات والارض والجبال فابین ان یحملنها واشفقن منها وحملها الانسان انه کان ظلوماً جھولاً.(الایة)

یہ آپ کی مسند وراثت نبوت اور مقام دعوت پر فائز ہونے کی علامت ہے اور اب آپ کو زندگی کے ہر اجتماعی وانفرادی موڑ پر اس منصب کی لاج رکھنی ہے۔یہ ایک داعی اور نذیر کا مقام اور بلاخوف لومۃ لائم کلمہ حق کہنے کا منصب ہے اس علم کو مادی اجر ومنفعت طمع وحرص خوف ولالچ اور نفاق ومداہنت کی آلائشوں سے پاک رکھنا ہے پھر اس عہد ظلمات نے تو آپ کی ذمہ داریاں اور بھی نازک بنادی ہیں۔پورا عالم کفر آپ کے خلاف اٹھ کھڑا ہے اس کو آپ کے ایٹم بم بندوق اور میزائل سے خوف نہیں ہے بلکہ 58 ملکوں کے اسلامی سربراہوں سے بھی ان کو کوئی خطرہ نہیں ہے۔ان کو خطرہ صرف آپ سے آپ کی داڑھی پگڑی مساجد مراکز اور مدارس اور آپ کے تہذیب اسلامی سے ہے آج آپ رسمی طور پر تو فارغ ہورہے ہیں لیکن آج سے آپ کی اصل ذمہ داری شروع ہوگئی ہے۔

مکتب عشق کے انداز نرالے دیکھے اس کو چھٹی نہ ملی جس کو سبق یاد رہا

آج خوشی نہیں بلکہ غم کا دن ہے کیونکہ آپ عملی محاذ میں جارہے ہیں۔ایک طرف معاش قوم اولاد اور قبیلہ کے مسائل

سے نمٹنا ہوگا۔ دنیا کے پیچھے بالکل نہ پڑنا۔

دارالعلوم دیوبند کے مجذوب استاد حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ ایک مرتبہ درسگاہ میں آئے اور فرمانے لگے۔۔۔۔ منوالیا۔۔۔۔ طلباء نے استفسار کیا کہ حضرت کیا منوالیا؟ فرمایا: میں نے اللہ تعالیٰ سے منوالیا ہے کہ دارالعلوم دیوبند کا ہر فاضل رزق ومعاش سے بے فکر فرما اور غیب کے خزانوں سے ان کی ضروریات پوری فرما۔

یہ بیان کرتے ہوئے حضرت پر ایسی ہی حالت طاری تھی کہ گویا وہ فضلاء حقانیہ کے بارہ میں بھی یہی نقشہ کھینچ رہے کہ میں نے بھی اللہ تعالیٰ سے منوالیا ہے کہ ہر حقانی فاضل کے رزق ومعاش سے بے فکری بھی اللہ تعالیٰ سے منوالی ہے بشرطیکہ ان کا مطمح نظر دین رہے۔

میرے عزیزو! حقانیہ اس وقت ایک تحریک ہے جو رنگ ونسل سے بالاتر ایک ''جند اللہ'' ہے۔۔ حقانیہ دیوبند ثانی ہے جس طرح فضلاء دیوبند نے برٹش استعمار کا خاتمہ کیا اسی طرح حقانی فضلاء نے روسی الحاد کا قلع قمع کردیا۔

لہٰذا آپ ہمیشہ حقانی نسبت پر فخر کریں۔۔ ندوۃ العلماء والے ندوی لکھتے ہیں۔ جامعہ ازھر والے ازہری لکھتے ہیں۔ علی گڑھ والے علیگ لکھتے ہیں۔ آپ بھی اپنے ساتھ ''حقانی'' لکھا کریں۔

میرے عزیز طلباء! مولانا جلال الدین حقانی فرماتے ہیں کہ ''شیخ الحدیث مولانا عبدالحق'' جب مغازی پڑھاتے تھے تو گویا ہم بالکل بدر کے میدان میں گھومتے تھے' الحمد للہ حضرت شیخ کی روح پرور مغازی نے اب بہت فائدہ دیا''

عزیز طلباء! ان علوم کی تکمیل سے آپ کو اپنے اکابر کی لائبریری کی چابی مل گئی۔ لہٰذا امام غزالیؒ امام رازیؒ اور امام شاہ ولی اللہؒ مولانا محمد قاسم نانوتویؒ مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے علوم ومعارف کا بغور مطالعہ کریں۔ سب سے اہم بات یہ ہے کہ دوسروں تک اس کے پہنچانے کا اسلوب سیکھیں۔ کیونکہ آج میڈیا کا دور ہے' نام نہاد محققین دین کی بیخ کنی کررہے ہیں' مگر وتلک حجتنا آتینا ھا ابراھیم (الآیۃ) حجۃ ابراہیمی اور برہان حنیفی سے ان کا توڑ کرنا ہے۔

ان مقاصد کے پیش نظر تحریر وتقریر میں ملکہ پیدا کریں۔

حصہ دوئم : حضرت الاستاد نے ملکی اور بین الاقوامی ناگفتہ بہ حالات پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا۔

محترم سامعین! دنیا اولمپک کی شمع جلائے رکھنے اور اسے اوروں تک پہنچانے کیلئے کیا کیا جتن کررہی ہے۔ ہمیں شمع محمدی کو ہر طرف کے طوفانوں سے بچا کر روشن رکھنا ہے۔ اس ملک کے اہم مسائل اور بحرانوں کا حل شریعت محمدی کے نفاذ میں ہے اور پاکستان کے 16 کروڑ عوام جبر وتشدد اور بندوق اٹھائے بغیر پرامن جمہوری اور آئینی جدوجہد کے ذریعہ اس ملک میں اسلامی نظام نافذ کراکر رہیں گے۔ اگر حکمرانوں نے اس کا احساس کیا ہوتا اور پاکستان کے بنیاد اسلامی نظریہ اور اسلامائزیشن پر توجہ دی ہوتی تو آج ہم قتل وغارتگری' تشدد اور انتہا پسندی جیسے دلدلوں میں نہ پھنسے ہوتے اور نہ ہمارے افواج کو اپنے عوام پر فوجی آپریشن کرنے کی نوبت آتی اور نہ تشدد اور قوت کا استعمال موجودہ مشکلات کا حل نہیں۔ پاکستان کو درپیش نازک ترین چیلنجوں کے موقع پر حکمرانوں اور تمام سیاستدانوں کی سردمہری اور

چپ سادھ کر بیرون ممالک کے سیر سپاٹوں پر انتہائی دکھ کی بات ہے کیونکہ یہ وقت پوری قوم کو سد سکندری بن جانے کا ہے اور ایسے وقت میں گروہی اور فرقہ ورانہ لڑائیوں اور باہمی جنگ و جدال کا ملک متحمل نہیں ہوسکتا۔ جبکہ دشمن داتا دربار جیسے سانحوں کے ذریعہ ملک کو ادھر دھکیل رہا ہے۔ اسوقت عالم کفر اسلام اور مسلمانوں کے خلاف متحد ہو چکا ہے۔ اس کا مقابلہ صرف دینی قوتوں اور پوری امت مسلمہ کے اتحاد سے کیا جاسکتا ہے علماء کرام اور دین کے طلباء' دینی قوتیں ملت کی بقاء' امت کی سلامتی مذہب کی حفاظت' پاکستان اور عالم اسلام کی آزادی کی جنگ لڑ رہی ہیں۔ اسلام کے بارے میں مغرب کے منفی اور جھوٹے پروپیگنڈہ کا توڑ کرنے کیلئے اسلام کی اصل عادلانہ تصویر پیش کرنی چاہیے' اسلام دہشت گردی کا نہیں بلکہ امن کا ضامن اور انسانیت کی نجات کا پیغام ہے۔ امریکہ نہ افغانستان سے اسلام اور بنیاد پرست ختم کرسکا ہے نہ وہ عراق اور پاکستان میں کامیاب ہوگا' پاکستان دنیا میں اسلام کا قلعہ ہے' سیکولر عناصر کے عزائم خاک میں ملیں گے۔ پوری امت کے اسلامی تشخص اور آزادی و سالمیت کیلئے دنیا بھر کے علما اور دینی قوتوں کی وحدت اور یکجہتی ضروری ہے۔ اس فیصلہ کن معرکہ میں حکمران اور سیاستدان اور فوج نے نہیں رسول اکرم ﷺ کے وارثین اور علم نبوت کے حاملین نے اصل اور حقیقی کردار ادا کرنا ہے۔ مدارس کے خلاف عالم کفر کا اتحاد بے معنی نہیں وہ مسلمانوں کو ان کی اصل تعلیمات سے محروم کرنا چاہتے ہیں۔ اگر حکمرانوں کی طرح آپ اور ہم نے بھی ان کے سامنے گھٹنے ٹیک دیئے تو خدانخواستہ یہ ملک تاشقند اور سمرقند بن جائے گا یا پھر یہاں الجزائر کی طرح خانہ جنگی پیدا ہو جائے گی۔ مدارس اپنے طور پر تمام اصلاحات کرر ہے ہیں' تمام جدید تقاضوں کے مضامین ہمارے نصاب میں شامل ہیں۔ حکومت کو اس صورتحال میں زور اور جبر کی بجائے ارباب مدارس سے مذاکرات اور افہام و تفہیم کا راستہ اختیار کرنا چاہیے۔ اس وقت پاکستان میں تعلیم کا بھرم صرف دینی مدارس سے قائم ہے' حکمرانوں سے چونسٹھ (۶۴) سال میں اپنے تعلیمی نظام اور نصاب کی اصلاح نہ ہوسکی' اور اسے بالاخر اسلام دشمن بورڈوں کو ٹھیکے پر دے دیا جو ہمارے تعلیمی نظام سے اسلامی اثرات اور تعلیمات کو چن چن کر نکال رہے ہیں مگر پاکستان میں یہ کوششیں ہرگز کامیاب نہیں ہوسکیں گی۔

اس پر اثر خطاب کے بعد حضرت الاستاذ نے حسب معمول فارغ التحصیل ہونے والے فضلاء سے حلف اٹھوایا۔ ہزاروں علماء اور فضلاء نے بھی دار العلوم کے فارغ ہونے والے ڈیڑھ ہزار فضلاء کے ساتھ کھڑے ہوکر اس حلف میں حصہ لیا یہ منظر حضور ﷺ کا صحابہ کرامؓ بیعت رضوان اور بیعت جہاد اور بیعت تعلیم و ابلاغ کا نقشہ یاد دلا رہا تھا۔ عربی میں لئے گئے اس حلف کا اردو میں بھی ترجمہ موجود تھا جس کا متن یہ ہے:

حلف نامہ

اجتماع دستار بندی وختم بخاری شریف

فضلائے دار العلوم حقانیہ کا عہد و میثاق اور حلف نامہ جسے شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق صاحب (حفظہ اللہ تعالیٰ) مہتمم جامعہ دار العلوم حقانیہ نے فراغت تحصیل علوم کی دستار بندی کے موقع پر ختم بخاری شریف کے نورانی عظیم الشان اجتماع میں پڑھ کر اور انہیں پڑھا کر حلف لیا

بتاریخ ۲۵ رجب المرجب ۱۴۳۱ھ ۸ر جولائی ۲۰۱۰ء

نحمده و نصلی علی رسوله الکریم . اما بعد ہم اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے لامتناہی ان گنت احسانات کا صمیم قلب سے شکر گزار ہیں کہ اس نے ہمیں اربوں بندوں میں قرآن پاک اور احادیث نبویہ کی اشاعت وترویج کیلئے منتخب فرمایا اور دارالعلوم حقانیہ کے جلیل القدر مشائخ کرام اور اجلہ اساتذہ عظام سے علمی انوار پر برکات سے استفادہ کی نعمتوں سے نوازا۔ پاکستان کی مایہ ناز اسلامی یونیورسٹی دارالعلوم حقانیہ جو اسلامی علوم ومعارف کا عظیم قلعہ ہے۔ دعوت وارشاد اور عزیمت وجہاد کا تمام عالم اسلام میں ایک منفرد مقام کا حامل ہے۔ اس عظیم یونیورسٹی کے اساتذہ اور مدرسین سلف صالحین کے مثالی نمائندے ہیں۔ ان عبقری شخصیات کے علوم ومعارف کا خط وافر فراہم کیا ہے

ہم پورے وثوق واعتماد کے ساتھ اعتراف کرتے ہیں کہ ہم دارالعلوم حقانیہ کے آغوش شفقت میں جن انعامات سے نوازے گئے ان کا حق تشکر ادا کرنے سے قاصر ہیں۔

ہم اپنے تمام اکابر اساتذہ اور شیوخ اور لاکھوں علماء کرام' اسلامی دانشوروں اور فرزندان توحید کے اس بے پناہ ہجوم میں اور اپنے اس عظیم مادر علمی کی پرشکوہ' منور فضاؤں میں رب العالمین جل جلالہ کے ساتھ پختہ عہد ومیثاق کرتے ہیں کہ ہم اب اس عظیم امانت' وراثت نبویہ قرآن وحدیث کے علوم ومعارف کی ترویج واشاعت میں اپنی حیاتِ مستعار کے لیل ونہار صرف کریں گے۔

ہمیں موجودہ تاریک' المناک ناگفتہ بہ حالات کا پورا پورا احساس ہے کہ آج کفر وشرک کے علمبردار اور یہودیت کے شیاطین' استعماری قوتوں کے طواغیت نے اسلامی اقدار وروایات اور ان دینی جامعات ومعاہد اور مدارس ومراکز کو اپنے جبر واستبداد سے نشانہ بنایا ہے اور ان دینی نشرگاہوں کے مہتممین واراکین اساتذہ سے وعدہ کرتے ہیں کہ ہم اپنے دلوں کی گہرائیوں' اپنی جانوں کو سد ذوالقرنین بنا کر ان یاجوجی یلغار کے مقابلوں میں ہم اپنے اسلاف کرام کے نقش قدم پر انشاء اللہ قائم رہیں گے اور اپنی زندگی کو کتاب وسنت کی اشاعت اعلاء کلمۃ اللہ اور اسلامی نظام کے قیام کے لئے وقف کریں گے۔

ہم اللہ تعالیٰ سے دست بدعا ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اس مادر علمی جامعہ دارالعلوم حقانیہ کو تا قیامت قرآن وحدیث کا عظیم قلعہ بنادے اور ہمیں اپنے سالار شریعت حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کے نقش قدم پر دین کی خدمت کی توفیق عطا فرمائے اور اس راستہ پر چلائے جو حضور اقدس ﷺ اور ان کے صحابہ وخلفائے راشدین نے بطور صراط مستقیم ہمارے لئے متعین فرمایا ہے۔ آمین یا الہ العالمین

جس میں انہیں زندگی اسلام کی خدمت اور عالم اسلام کی سربلندی کے لئے وقف کرنے کا عہد کیا۔ تمام حاضرین نے کھڑے ہو کر اس حلف کا ساتھ دیا۔ اس کے بعد شیخ الحدیث مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحب مدظلہ العالی نے امت مسلمہ کو درپیش مصائب ومشکلات کے حل' فضلاء جامعہ حقانیہ کی قبولیت' معاونین ومتعلقین جامعہ حقانیہ کی حوائج پورا ہونے کے لئے دردانگیز اور رقت آمیز دعا فرمائی۔ جس کے دوران لاکھوں افراد کا پورا مجمع اللہ کی بارگاہ میں تضرع والحاح آہ وبکا سے گونج اٹھا۔ دعا کے بعد دستار بندی کا باقاعدہ آغاز ہوا۔ دستار بندی میں شیوخ جامعہ حقانیہ کے علاوہ سینکڑوں علماء ومشائخ اور سرکردہ قدیم فضلاء حقانیہ نے بھی شرکت کی۔ جبکہ تمام پروگرام کے نظم ونسق اور انتظام و انصراف پر جامعہ کے اساتذہ کرام ومنتظمہ تعلیمی کمیٹی قابل تحسین وتبریک ہے۔

☆☆☆

سلسلہ خطبات جمعہ
شیخ الحدیث حضرت مولانا حافظ انوار الحق صاحب
ضبط و ترتیب : حافظ محمد سلمان الحق انوار حقانی
مدرس دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

قصرِ ختم نبوت کی آخری اینٹ

ختم نبوت کا واضح اعلان، تحفظ ختم نبوت کی اہمیت اور غلام احمد قادیانی کا دعوائے نبوت

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم اما بعد وعن ابی ہریرةؓ ان رسول الله قال فضلت علی الانبیاء بست اعطیت جوامع الکلم و نصرت باالرعب واحلت لی الغنائم وجعلت لی الارض مسجداً وطهورا و ارسلت الی الخلق کافة وختم بی النبیون (رواه مسلم)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ آنحضرت ﷺ سے روایت کر رہے ہیں کہ آپ نے فرمایا مجھے چھ مخصوص چیزوں میں دوسرے انبیاء پر فضیلت دی گئی۔۱۔ مجھے جامع کلمات عطا ہوئے۔۲۔ دشمنوں کے دلوں پر میرا رعب ڈالنے کے ذریعہ مجھے فتح ونصرت عطا فرمائی گئی۔۳۔ مال غنیمت میرے لئے حلال ہوا۔۴۔ تمام زمین کو میرے لئے مسجد اور پاک کرنے والی قرار دیا گیا۔۵۔ ساری مخلوق کیلئے مجھے نبی بنا کر بھیجا گیا۔۶۔ نبوت ورسالت کا سلسلہ مجھ پر ختم کیا گیا۔

محترم حاضرین! گزشتہ ہفتے مسئلہ ختم نبوت جو کہ امام الانبیاء محمد الرسول ﷺ کی خصوصیات میں سے ایک اہم بالشان خصوصیت ہے قرآن وحدیث کی روشنی میں اس کا بیان ہوا۔ اس موضوع کو آگے بڑھاتے ہوئے امت مسلمہ کے ہر فرد کو ذہن نشین کرنا چاہیے۔

عشق ومحبت اور ختم نبوت کا تلازم:

مسلمان کے لئے محبت رسول اور ختم نبوت کو ایک دوسرے سے جدا کرنا ممکن ہی نہیں۔ بظاہر دو الگ موضوع معلوم ہونے والے امور ایمان کے ایسے اجزاء ہیں کہ اگر ایک کو دوسرے سے جدا سمجھا جائے تو ایمان کا جو مفہوم ہے وہ باقی نہیں رہتا' یہ ایسے دو امور ہیں کہ ان کا آپس میں تعلق ایسے دو اجزاء کا ہے جن کو کتابی اصطلاح میں اجزائے لاینفک کہا جاتا ہے۔ دونوں یک جاں دو قالب کی حیثیت سے آپس میں لازم وملزوم ہیں۔ اگر محبت رسول کو اہم وضروری سمجھ کر عقیدہ ختم نبوت سے انکار کیا جائے تو حب رسول کا دعویٰ بھی جھوٹ پر مبنی ہے اور اگر عقیدہ ختم نبوت کا اقرار کر کے

رسول کی محبت کو نہ مانا جائے تو ختم نبوت کا دعویٰ بھی سراسر غلط ہے۔

کلمہ شہادت میں چار امور کا واضح اعلان:

آپ حضرات کو معلوم ہے کہ مسلمان اور غیر مسلم کے درمیان فرق کلمہ شہادت اشھد ان الا الٰہ الا اللہ واشھد ان محمد الرسول اللہ کے زبان سے اقرار اور دل کی تصدیق سے ہوتا ہے۔ یہ کلمہ چار امور کے واضح اعلان پر مشتمل ہے۔ اللہ کے سوا تمام معبودان باطل سے انکار۔

صرف ایک معبود برحق یعنی اللہ پر ایمان لانا۔ انبیاء کے سردار محمد عربی ﷺ کا وجود برحق۔ اور یہ کہ وہی ذات اقدس اللہ کے آخری نبی ہیں۔ اللہ کے آخری نبی و رسول ہونے کا مطلب یہ کہ اللہ کی طرف سے اب وحی آنے کا سلسلہ محمد عربی کے علاوہ کسی اور پر آنے کا منقطع ہوگیا' روز قیامت مقام محمود میں کھڑے ہونے کا شرف وتمام انبیاء کے امام اور مقتدیٰ انبیاء وآدم کی اولاد کی ترجمانی اور سفارش وشفاعت کا اعزاز صرف آنحضرت ﷺ کو حاصل ہوگا۔

قصر نبوت کی آخری اینٹ:

آپ سے پہلے دنیا میں مبعوث ہونے والے انبیاء اور رسل کے ذریعہ دنیا میں بھیجی گئی شریعت اور ان کے تبلیغ' رشد وہدایت کے ذریعہ جو عالیشان خوبصورت محل معرض وجود میں آچکا ہے جس کے کونے میں کچھ کسر باقی رہ چکی ہے' جسکے بغیر وہ عمارت نامکمل اور غیر مضبوط تھی' اس عظیم الشان عمارت کے کونے کا پتھر یا آخری اینٹ آپ ہیں' جو خود بھی بے پناہ حسین اور اس کے وجود سے نقشے اور محل کی تکمیل بھی ہے' خطبہ کے ابتداء میں جس حدیث مبارکہ کا ذکر ہو چکا جس میں رب کائنات نے آنحضرت ﷺ اور ان کی امت کو خصوصی انعامات سے نوازا۔ اختصار سے ان کی تشریح یہ کہ جوامع الکلم ان جملوں کو کہا جاتا ہے جن کے الفاظ مختصر اور کم ہوں مگر ان میں علوم اور حکمتوں کا خزانہ پوشیدہ ہو۔ گویا بڑے سمندر کو ایک کوزے میں سمویا گیا ہو یہ وہ کمال ہے جو آنحضرت سے پہلے نہ کسی نبی کو عطا ہوا اور نہ رسول کو۔ موجودہ دور کے اپنے کو بڑے بڑے فصحاء اور بلغاء سمجھنے والے بھی ایسے کلمات کو پیش کرنے کی جرات نہ کر سکے۔

رعب سے نصرت:

دوسرے جملہ "نصرت بالرعب" میں آنحضرت ﷺ اللہ کی اس امداد وعظیم انعام کا اعلان فرما رہے ہیں کہ اسلام اور مسلمان دشمن قوتوں کے قلوب میں اللہ نے میرا ایسا رعب اور خوف پیدا کر دیا ہے کہ وہ مجھ سے اگر ایک مہینہ کی مسافت پر بھی ہوں' میرا نام سنتے ہی ان پر رعب وخوف کی وہ کیفیت طاری ہو جاتی ہے جس سے وہ لرز کر شکست وریخت کی صورت میں بھاگنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔

طہارت ارضی کا خصوصی انعام: تیسرا کلمہ "جعلت لی الارض مسجد و طھورا.

حضور اکرم ﷺ مسلمانوں پر اس احسان وخصوصیت کا ذکر فرما رہے ہیں جس میں مالک کن فیکون نے امت محمدی کے

لئے ہر پاک وصاف جگہ پر عبادت اور اگر پانی میسر نہ ہو یا پانی کے استعمال میں شرعی عذر مانع ہو تو پاک مٹی کے ذریعہ تیمم کر کے طہارۃ حاصل کر سکتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ سے پہلے امتوں کے لئے یہ رعایت نہ تھی بلکہ اپنے ان جگہوں میں عبادۃ ادا کرنی لازمی تھی جو عبادت کے لئے مخصوص اور بنائے گئے تھے' یہی صورتحال ان کے پاکی حاصل کرنے کی تھی کہ بغیر پانی طہارۃ حاصل کرنا ناجائز تھا

مال غنیمت اور شفاعت عظمیٰ: چوتھا جملہ میرے لئے مال غنیمت حلال کیا تھا' آنحضرت ﷺ کی تشریف آوری اور بحیثیت نبی مبعوث ہونے سے پہلے امتوں کے لئے مال غنیمت کا استعمال ممنوع تھا۔ فتح کی صورت دشمنوں سے حاصل کیا ہوا تمام مال ایک جگہ جمع کرنے کے بعد آسمان سے آگ نازل ہوتی جو تمام مال ومتاع کو جلا کر واپس چلی جاتی' اور ایک دوسرے حدیث میں آنحضرت ﷺ کے اس خصوصیت کا بھی ذکر ہے کہ ان کو شفاعت عظمیٰ سے سرفراز فرمایا گیا۔ روز محشر حضور ﷺ کے سفارش کا مستحق ہر وہ شخص ہوگا جس نے خلوص دل سے لا الہ الا اللہ کا اقرار کیا ہو۔

ختم نبوت کا واضح اعلان:

پانچویں خصوصیت" **وارسلت الی الخلق کافة**" آپ ﷺ سے پہلے ہر نبی کو مخصوص طور پر اپنی ہی قوم کی طرف بھیجا جاتا تھا۔ جبکہ مجھے (آنحضرت ﷺ کو) روئے زمین کے تمام لوگوں کی (رشد وہدایت) کیلئے بھیجا گیا۔ زیر بحث حدیث کا آخری حصہ ہے جس میں آقائے نامدار ﷺ کے خاتم الانبیاء ہونے کا واضح اعلان ہے کہ اللہ کا دین اتمام وکمال کو پہونچ چکا ہے ان کے بعد اب کسی اور فرد کا بحیثیت نبی مبعوث ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ حضرت علیؓ کے بارہ میں آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرما کر فوراً اپنے بعد نبی آنے کے تصور کے نفی فرمادی۔ فرمان نبوی ہے: **عن سعید بن ابی وقاص قال قال رسول الله لعلی انت منی بمنزلة هارونؑ من موسیٰ الا انه لانبی بعدی (بخاری ومسلم)** ترجمہ: حضرت سعد بن ابی وقاص سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا (دین ودنیا وآخرت میں قرابت اور دینی مددگار ہونے کے حیثیت سے) تم میرے لئے ایسے ہو جیسے موسیٰ کے لئے ہارون تھے لیکن فرق یہی ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا۔

لانبی بعدی:

آنحضرت کا حضرت علیؓ کو اس تسلی دینے کا مختصر پس منظر یہ ہے کہ حضورؐ جب اپنے لشکر کو لے کر غزوہ تبوک کے لئے روانہ ہوئے۔ مدینہ اور اپنے اہل وعیال کی نگرانی کے لئے حضرت علی کو مدینہ منورہ میں رہنے کا حکم دیا۔ منافقین تو حضور ﷺ اور آپ کے مخلص ساتھیوں کے درمیان افتراق کے مواقع کے تاک میں رہتے' حضرت علی اور امام الانبیاء کو ایک دوسرے سے الگ کرنے کے لئے معاندانہ پراپیگنڈہ شروع کر کے حضرت علی کو طعنے دینے شروع کر دیئے کہ محمد الرسول ﷺ کی نظروں میں تمہاری کوئی قدر و قیمت نہیں جس کی وجہ سے تمہیں غزوۂ تبوک لے جانے کی بجائے مدینہ

میں چھوڑ گئے' حضرت علی یہ سنتے ہی مسلح ہوکر جہاد کے لئے رحمۃ العالمین کے پاس پہونچ گئے' منافقین کے شر اور فتنہ انگیزی سے بھرپور باتوں کا ذکر آپ ﷺ سے کیا۔ سرکار دوعالم ﷺ نے منافقین کے جھوٹ پر مبنی طعنوں کی تردید کرتے ہوئے فرمایا کہ میں نے مدینہ اور اپنے اہل عیال کے حفاظت کیلئے تمہارا انتخاب کر کے تمہیں مدینہ میں چھوڑا۔ حضرت علی کے تسلی اور خوشنودی کے خاطر فرمایا کیا تم اس پر خوش نہیں ہو کہ تم میرے لئے ایسے ہو جیسے موسیٰ کے لئے ہارون تھے۔

حضرت عمرؓ کی نمایاں حیثیت:

محترم حضرات یہاں اس جملہ پر ذرا غور کریں' سرسری انداز سے اگر دیکھا جائے کہ سیدنا علی کرم اللہ وجہ کا موازنہ ایک نبی سے بعد میں کسی شر اور آپ ﷺ کی ختم نبوت کی خصوصی عقیدہ میں فتنہ کا باعث نہ بن جائے فوراً آپ ﷺ نے فرمایا: **الا انہ لانبی بعدی** کہ حضرت ہارون نبی تھے' اور میرے بعد کوئی نبی نہیں اگر ذرا برابر اس بنیادی عقیدہ میں خلل پیدا ہوتا' معمولی سے شک وشبہ کے امکان کا بھی رد کر کے اس کی اصلاح کرتے۔ دراصل اس حدیث مبارکہ اور حضرت عمر کے بارہ میں سردار دوعالم کا یہ فرمان کہ "**لو کان بعدی نبی لکان عمر ابن الخطاب**" کا مطلب یہ ہے کہ اگر بالفرض میرے بعد کوئی نبی آتا وہ عمر ہوتے' لیکن درحقیقت اب نبوت کا دروازہ بند ہو چکا ہے۔ اس لئے حضرت عمر نہ مقام نبوت حاصل کر سکتے ہیں اور نہ ان پر وحی کا نزول ہوسکتا ہے گویا علماء وطلباء کے اصطلاح میں ایسے جملوں کو تعلیق بالمحال کے زمرہ میں شمار کیا جاتا ہے' آنحضرت ﷺ کا مراد ان جملوں سے انبیاءؑ کے علاوہ دیگر تمام انسانوں میں ان صحابہؓ کی امتیازی اور نمایاں حیثیت کو اجاگر کرنا تھا۔

تحفظ ختم نبوت کے لئے ابوبکر صدیقؓ کا جہاد:

دین اسلام کی بقاء اور حفاظت کا دارومدار اسلام کے اساسی اور بنیادی عقیدہ ختم نبوت ہے جیسے کہ گزشتہ خطبہ میں آنحضرت ﷺ کے خواب جس میں مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی کا ذکر کیا کہ ان دونوں کی نبوت کے دعوی کا آپ نے پیش گوئی فرمائی تھی۔ ان کے اس جھوٹے دعوے کے خلاف صحابہ کرامؓ نے جو جنگ لڑی' اس کی مثال اسلامی تاریخ کے اوراق میں موجود نہیں۔ اس عقیدہ کی حفاظت کیلئے حلیم الطبع اور بردبار صحابی حضور کے یار غار امیر المومنین ابوبکر الصدیقؓ نے مسیلمہ کذاب کے خلاف وہ شدید جنگ شروع کی جس میں تقریباً بارہ صد عظیم المرتبت صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین مردانہ وار مقابلہ کر کے شہادۃ کے مراتب جلیلہ پر فائز ہوئے۔ جن میں بہت بڑی تعداد حفاظ اور قراء حضرات اور ان خوش قسمت صحابہ کرام کی تھی جن کو غزوہ بدر میں شریک ہونے کا شرف بھی حاصل تھا۔ حفاظ وقراء کی اس معتد بہ تعداد کی شہادۃ کے بعد قرآن پاک کی حفاظت کے پیش نظر اس کی تدوین کی ضرورت محسوس کر کے اس اہم کام کی طرف حضرت عثمانؓ اور دیگر صحابہ کرام نے باقاعدہ توجہ دے کر مصحف مبارک کو موجودہ شکل میں مدون فرمایا۔

تحفظ ختم نبوت کی اہمیت: محترم سامعین! عقیدہ ختم نبوت اور اہمیت کا اندازہ آپ اس سے کر سکتے ہیں'

کہ رحمۃ للعالمین ﷺ کے دنیا میں بحیثیت رسول مبعوث ہونے کے بعد ۲۳ سال میں کفار اور اسلام دشمنوں کے ساتھ جتنے غزوات اور سرایا وقوع پذیر ہوئے ان میں جوان' بوڑھے' بچے اور مستورات کل ۲۵۹ شہادت کے منصب جلیلہ حاصل کر چکے' کفار میں سے مجموعی طور پر ۷۵۹ قتل ہو کر واردِ جہنم ہوئے۔ ان دونوں اموات کو جمع کر لیں تو پورے دور نبوت میں کل ایک ہزار اٹھارہ افراد قتل یا شہید ہوئے اور اس کذاب' دجال اور جھوٹے کے تعاقب اور خاتمہ کے لئے ابوبکرؓ کی سربراہی میں وہ عظیم الشان قربانی دی جس میں بارہ سو جلیل القدر صحابہ کرامؓ شہید اور بائیس ہزار مسیلمہ کے متبعین یعنی مرتد اپنے بدانجام کو پہونچ کر جہنم کا ایندھن بن گئے۔ حضرت ابوبکرؓ کے دور سے لے کر آج تک اور الی یوم القیامہ امت مسلمہ نے نبوت کا دعویٰ کرنے والے کو کبھی مسلمان نہیں سمجھا اور نہ سمجھا جائے گا۔

امام اعظم ابوحنیفہ کا فتویٰ: یہی وجہ ہے کہ امام ابوحنیفہؒ جیسے فتوی دینے میں انتہائی محتاط امام کا فرمانا ہے کہ جو شخص نبوت کا دعویٰ کرنے والے سے دلیل اور ثبوت مانگے اس کا ایمان ضائع ہو کر وہ مسلمان ہی نہیں رہتا کیونکہ جس نے ثبوت مانگا' گویا اسے سرکار دو عالم ﷺ کے آخری نبی ہونے میں شک ہوا' یہ اتنا حساس مسئلہ ہے کہ اس میں ذرہ بھی شک وشبہ کرنے سے دین کا پورا ڈھانچہ تبدیل ہو جاتا ہے۔ قرآن کے کسی ایک آیت اور احادیث مبارکہ کے کسی ایک حدیث میں صراحۃً یا اشارہ سے کہیں بھی حضورؐ کے بعد نبوت کے جاری رہنے کی خبر موجود نہیں۔ صحابہ کرام' تابعین' تبع تابعین' ائمہ مجتہدین' فقہاء کرام' اولیاء عظام اور علماء حق میں سے کوئی بھی سلسلہ نبوت کے جاری رہنے کے قائل نہیں۔

امت مسلمہ میں سب سے پہلا اجماع: مورخین اسلام کے مطابق مسیلمہ کذاب کا خاتمہ ہوتے ہی امت مسلمہ میں پہلا اجماع ختم نبوت کے دعوی پر ہوا۔ اور اجماع کا یہ سلسلہ اس کے قتل کے بعد ہر مدعی نبوت کے کفر' مرتد ہونے اور پھر قتل ہونے پر عزم مصمم کی حیثیت سے جاری رہا اور جس سیاہ کار نے دین حقہ کے اس مضبوط اور قطعی عقیدہ میں نقب ڈالنے کی ناکام کوشش کی رحمت للعالمین ﷺ کے نام اور نبوت پر جان دینے والوں نے سروں پر کفن باندھ کر نہ صرف اس کے مذموم کوشش کی راہ میں سد سکندری بن کر رکاوٹ بن گئے بلکہ اسے عبرت کا نشان بنا کر جہنم کے طبقہ اسفل السافلین کا راہی بنا دیا۔ وحدت اسلامی چونکہ ختم نبوت سے استوار و قائم و باقی رہتی ہے' تو جس فرد یا تحریک نے اپنی بنیاد نئی نبوت پر رکھی' مسلمان اس فکر و تحریک اور ایسے عمل کو دجال و کذاب کی فریب و مکاری جس کا مقصد وحدت اسلامی کو پارہ پارہ کرنا تھا' سمجھ کر اسے نیست و نابود کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔

مرزا غلام احمد' انگریز کا خود کاشتہ پودا: محترم حضرات! آپ میں سے جو حضرات ستر کے دہائی کو پہونچ چکے ہیں' ان کو یاد ہے کہ ایک طویل عرصہ تک برصغیر پاک و ہند کے اس عظیم خطہ پر انگریز استعمار قابض رہ کر اس خطے کے سیاہ وسفید کا مالک رہا' اس کے رہنے والوں کو اپنے غلاموں کی حیثیت دینے کے ساتھ ان کو اپنی تہذیب' تمدن کے سانچے میں ڈھالنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور قریباً دو صدیوں تک لگاتا رہا۔ ایک طرف یہ غاصب اور اسلام دشمن قوت ہر قسم

کے ظاہری جاہ وجلال، مال و دولت اور حکمرانی کے طاقت کے نشے سے معمور طبقہ مسلمانوں کو اپنے ظلم و جبر کا تختہ مشق بناتے رہے، دوسرے طرف مسلمانوں کا ظاہری اسباب و آلات سے محروم جماعت جس میں علماء حق کی ایک کثیر جماعت شامل تھی جن کے پاس اسلام کا جذبہ حریت، جہاد جذبہ ایمانی اور اللہ پر اعتماد واخلاص جیسے روحانی وسائل تھے، نے انگریز کے ارادوں کو چکنا چور کر کے صدا بصحراء ثابت کر دیا۔ آخر کار انگریز کو ۱۹۴۷ء میں قدرتی آبی وسائل، سرسبز پہاڑوں اور دولت سے مالا مال خطہ پاک و ہند سے بھاگنا پڑا۔ اس کے خواب وخیال میں بھی متحدہ ہندوستان سے دستبردار ہونے کا تصور نہ تھا، خطہ کے باسیوں سے انتقام اور تاریخی اسلام دشمنی کی تکمیل کیلئے اپنے پیچھے جو یادگاریں چھوڑیں، ان میں لادینی تہذیب، زبان، ملٹری اور عدالتی نوکر شاہی اور مسئلہ کشمیر جیسے مسائل سرفہرست تھے جن کا خمیازہ ساٹھ سال گزارنے کے باوجود اب تک متحدہ ہندوستان کے رہائشی بھگت رہے ہیں۔ گوری چمڑی والوں کی جگہ، گندمی رنگ کے حکمران اقتدار پر قابض ہوئے جن میں زیادہ تر سمندر پار آنے والوں کے پروردہ، تربیت یافتہ اور ان کے افکار وتہذیب کے دلدادہ تھے، پوری قوم ان کے شکنجے میں پھنس کر آج تک حقیقی آزادی سے محروم اور زندگی کے تمام شعبوں میں انہی غاصبوں کے نقش قدم پر چلنا اپنی کامیابی کے لئے ضروری سمجھتے ہیں۔ انہی انگریز استعمار کے چھوڑی ہوئی انتقامی یادگاروں میں مسلمانوں کے دین کا بنیادی مسئلہ ''عقیدہ ختم نبوت'' جو اسلامی تاریخ کے کسی دور میں مشکوک، متنازعہ اور مشتبہ نہیں رہا، اس میں بحث وتمحیص کی بھی ضرورت نہیں پڑی، مسلمان دشمنی کی تکمیل کے مرکزی عقیدہ پر یہاں سے رخصت ہوتے ہوئے ناکام وناپاک ضرب لگانے کی مذموم کوشش کی۔ غرض صرف مسلمانوں کی وحدت کو پارہ پارہ کرنا تھی، اس مذموم اور اسلام دشمن سازش کی تکمیل کے لئے ضلع گورداس پور صوبہ پنجاب کے موضع قادیان میں انگریزوں کے پروردہ شخص کا انتخاب کیا جو ڈپٹی کمشنر سیالکوٹ کے آفس میں نہایت قلیل تنخواہ پر ملازمت اختیار کئے ہوئے تھا۔

غلام احمد قادیانی کی مرحلہ وار تاریخ: جو مرزا غلام احمد کے نام سے یاد کیا جاتا تھا، ملازمت میں ترقی کے لئے کئی امتحانات دے کر ناکامی اس کی مقدر رہی، جس کے بعد ۱۹۰۰ء میں اسلامی تاریخ کے منفرد اور سیاہ باب کے طور پر انگریز کی سرپرستی میں اپنی امت کے بنانے کی بے ہودہ کوشش کر کے نئی نبوت رکھنے کی جسارت کی۔ اپنے جعلی اور مصنوعی نبوت کے ثابت کرنے کے لئے اس نے کتب لکھے۔ نبوت کا دعویٰ کرنے کے آٹھ سال بعد ۱۹۰۸ء کو ''خس کم جہاں پاک'' کا مصداق بن کر اس دنیا سے خائب اور خاسر رخصت ہوا۔

غلام احمد کے دعویٰ ہائے نبوت: مرزا غلام احمد کے تحریروں، تصنیفات میں یہ بات قطعی طور پر موجود اور ثابت ہے کہ وہ نبوت کا مدعی اور اس کے دعویٰ کے مطابق جو شخص اس پر ایمان نہ لائے وہ کافر اور اسلام کے دائرہ سے خارج ہے، اس کی کتابوں کا نچوڑ اور بنیاد اس نکتہ کے گرد گھومتا ہے کہ وہ صاحب وحی، صاحب شریعت اور امر ونہی کا

علمبردار ہے' مرزا غلام احمد کے مرنے کے بعد ان کے پہلے خلیفہ کے طور پر حکیم نور الدین بھیروی کا انتخاب ہوا۔ اس فرقہ باطلہ میں اُسے خلیفۃ المسیح الموعود اور نور الدین اعظم کے الفاظ سے یاد کیا جاتا تھا۔ مرزا غلام احمد اور حکیم نور الدین مختلف اوقات میں پینترے بدلتے رہے۔ کبھی اسلام کے قطعی احکامات' عبادات' مناسک و معاملات میں اختراعات کا ارتکاب کرتے تو کبھی مرزا کے مقلدین' بیعت کنندگان کو یہ بدبخت صحابہ کے نام سے پکارتے' اپنی بیویوں کو یہ خود اور ان پر ایمان لانے والے ازواج مطہرات کے روحانی اور نورانی لقب سے یاد کرنے کی توہین آمیز عمل کو بھی اپنا فریضہ سمجھتے۔ نماز' اذان' سلام اور جنت البقیع کی جگہ بہشتی مقبرہ' بیت المال' خلیفہ اور بیعت جیسے اصطلاحات کو اپنے باطل مذہب کے اعمال و مکانات کے لئے مختص کر دیئے۔ امت مسلمہ کے خلاف مرزا غلام احمد نے جن اسلام دشمنی کے احکامات پر ہر قادیانی کے لئے عمل لازم کر دیا' ان میں سے چند ذکر کرنے پر اکتفا اس لئے ضروری سمجھتا ہوں کہ آج بھی اکثر و بیشتر سادہ لوح مسلمان حتیٰ کہ مسلمانوں کے کئی جدید علوم میں ڈگریاں لینے والے ایسے اہم مسئلے اور عقائد سے بے خبر ہیں اسی اہمیت کے پیش نظر گزشتہ جمعہ سے یہ موضوع زیر بحث لانے کی کوشش کر رہا ہوں

قادیانیوں کے زہریلے عقائد: وہ زہریلے عقائد یہ ہیں' قادیانی لڑکی کی مسلمان لڑکے سے شادی حرام ہے۔ ہاں اگر مسلم لڑکے سے اہل کتاب کی حیثیت سے شادی کی جائے تو پھر حرج نہیں۔ مسلمان کا جنازہ پڑھنے اور قادیانی قبرستان میں تدفین کی اجازت نہیں۔ جو مسلمان مرزا کی نبوت سے انکار کرے ان کو کافر قرار دینا اور ان کے ساتھ کفار جیسا رویہ رکھنے کی ہدایت' وہ تمام مسلمان جو جعلی مدعی نبوت کے دعوائے نبوت کا انکار کریں ان کو غلیظ گالیوں' بدترین' بے بنیاد الزامات' غیر اخلاقی الفاظ سے یاد کرنا علماء نے ان کے عقائد کا اہم جزو قرار دیا ہے' سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اور اسلام کے اعلیٰ مرتبہ ہستیوں کا مذاق ان کا امتیازی نشان ہے' اسلام کے اہم رکن جہاد کی منسوخ ہونے کے لئے بے سروپا دلائل' اور قرآن و حدیث کے جہاد کے بارے میں نصوص کی غلط تاویلات اور اپنے انگریز آقاؤں کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے ان کے خلاف ہر قسم مسلح جدوجہد کی ممانعت اور ان کی اطاعت کا سرعام اعلان۔

محترم حاضرین: مرزا غلام احمد اور اس کے خلیفہ دوم ان کے بیٹے مرزا البشیر الدین محمود نے اپنے تحریروں میں اپنے خرافات کی جو وضاحتیں کیں' ان کی حیثیت ''عذر گناہ بدتر از گناہ'' سے زیادہ کچھ نہیں۔ ان کی تحریفات کے کچھ حصے نصف صدی سے زیادہ عرصہ علماء حق کا اس باطل فرقے کا تعاقب اور پھر ان کا انجام اور اب سازشیں ان شاء اللہ مختصراً اگلے ہفتے ذکر کروں گا۔ رب العزت ہم اور تمام ملتِ اسلامیہ کو اس سازشی ٹولہ کی ریشہ دوانیوں سے محفوظ رکھے۔ آمین

محمد سمعان خلیفہ ندوی *

قرآن کریم کی معجز بیانی:

(سورۂ بنی اسرائیل کے حوالے سے)

قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی آخری اور زندہ جاوید کتاب ہے۔ گذشتہ تمام آسمانی کتابیں اپنے اپنے وقت کے لیے محدود تھیں، مگر قرآن کریم کو ابدیت اور عالمگیریت عطا کی گئی۔ قرآن کریم کو یہ مقام عطا کیا گیا کہ اب وہی حق و باطل کی کسوٹی ہے؛ جو چیز اس کے معیار پر کھری اترے گی وہی کھری، باقی سب کھوٹی۔ قرآن کریم کو یہ اعزاز ملا کہ جو اس نے بتایا وہی صحیح اور حق، باقی سب جھوٹ اور باطل۔ قوموں کے عقائد اور ان کی تاریخ کو پرکھنے کا بھی وہی پیمانہ۔ اپنی اپنی کتابوں میں جن تحریفات کا قوموں نے ارتکاب کیا قرآن کریم نے آ کر ان کا پردہ چاک کر دیا۔ بنی اسرائیل کے متعلق بھی قرآن کا فیصلہ ہے کہ ان کے اختلافات کا حل بھی اسی کے پاس ہے، ان کو ان کی صحیح تاریخ بھی وہی بتائے گا۔

قرآن کریم اور بنی اسرائیل:

قرآن کریم میں عبرت کے لیے جہاں بہت سی قوموں کا تذکرہ ہے وہیں بنی اسرائیل کا بھی تذکرہ اور بار بار تذکرہ کیا گیا ہے، دیگر قوموں کا تو محض اس انداز میں ذکر ہے کہ تاریخ میں اس طرح کی قومیں گزری ہیں جن کے یہ عقائد اور اس طرح کے اعمال تھے، آنے والی قومیں ان کے قصوں سے عبرت لیں اور وہی غلطی نہ کر بیٹھیں جو ان قوموں نے کی تھی کہ پھر اس کے نتیجے میں سنت اللہ اسی طرح جاری ہوگی جس طرح پچھلی قوموں پر جاری ہوئی تھی، ﴿**لقد كان في قصصهم عبرة لأولي الألباب**﴾ (یقیناً ان کے قصوں میں (اور قرآن کریم کے اس طرز بیان میں بھی جو اس کے لیے اس نے استعمال کیا ہے) عقل والوں کے لیے عبرت کا کافی سامان ہے)۔ مثلاً عاد اور ثمود کا ذکر ہے تو مختصر ہی لفظوں میں۔ لیکن بنی اسرائیل کے تذکرہ میں قرآن کے طرز بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ قرآن کے نزول سے پہلے بھی یہ قوم موجود رہی ہے، اور قرآن کے نزول کے وقت بھی روئے زمین پر موجود ہے اور آنے والی صدیوں میں بھی امت اسلامیہ کو ان سے سابقہ پڑے گا۔ قرآن کریم نے بڑی تفصیل کے ساتھ ان کا ذکر کیا ہے اور صیغے بھی ایسے استعمال کیے ہیں جو ماضی و مستقبل دونوں کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ ان سے متعلق تفصیلات کو ذکر کرنے کے لیے قرآن کریم نے ایک سورت ہی خاص کر دی، یہ الگ بات ہے کہ اور

---

* رفیق علمی دارعرفات، تکیہ کلاں، رائے بریلی، انڈیا

دوسرے مواقع پر بھی اللہ کے ان پر احسانات اور پھر ان کی ناشکری اور دیگر واقعات کا تذکرہ کیا گیا ہے مگر سورۂ اسراء ان کی فتنہ سامانیوں، شرانگیزیوں اور پھر ان پر عذاب کی شکل میں خدائی کوڑے کے برسنے اور ان کے عبرتناک انجام کا خاص طور پر ذکر کرتی ہے۔ قصہ ہی کے زیر سایہ ایک صاحب ایمان کے دل میں پوشیدہ صاف شفاف عقیدہ، والدین کے ساتھ اس کی خوش معاملگی وحسن سلوک، اپنے مال میں اس کے حسنِ تصرف، عقیدہ سے اس کے لگاؤ، اور انبیاء کی بات مان کر ان پر جاں نثاری کے نمونے اس سورت میں دکھائے گئے ہیں۔ گویا بالفاظ دیگر سورت کا پیغام یہ ہے کہ بنی اسرائیل نے ان میں سے کسی چیز کی پرواہ نہ کی لہٰذا وہ غضب الٰہی کے مستحق بن گئے۔ ویسے بنی اسرائیل کا حال دنیا کی دیگر قوموں سے بالکل مختلف تھا۔ ان پر احسانات الٰہی کی اس قدر بارش کے باوجود کہ انھیں اپنے وقت میں دنیا جہاں کی تمام قوموں پر فضیلت وبرتری عطا کی گئی مگر اس نافرمان وناہنجار قوم نے اللہ کی نشانیوں کے ساتھ تمسخر کیا، پیغمبروں کو ایذائیں پہنچائیں، بعض نبیوں کو موت کے گھاٹ اتارا، اللہ کے کلام میں تحریف کی جسارت کی، زمین میں اپنی شرانگیزیوں سے تباہی مچائی، اور یہی وہ جرائم ہیں جن کی بدولت اللہ عزوجل کی ان پر پھٹکار پڑی اور ہمیشہ ہمیش کے لیے ان پر ذلت ومسکنت تھوپ دی گئی (ضربت علیھم الذلة والمسکنة)، ان کے نبیوں تک نے انھیں گالیوں سے نوازا، اتنی تحریفات کے باوجود آج تک ان کی کتابوں میں ان کے حق میں نبیوں کی یہ گالیاں موجود ہیں، ان کی انھیں حرکتوں سے امت محمدیہ کو واقف کرانے کے لیے کتاب اللہ کی آیتیں ان کا پول کھول دیتی ہیں۔ قرآن کریم کا دعویٰ ہے کہ ﴿انّ ھٰذا القرآن یقصّ علیٰ بني اسرائیل أکثر الذي ھم فیہ یختلفون﴾ (یہی قرآن بنی اسرائیل کو ان کے اکثر اختلافات کا حال سنائے گا)۔

ایک سورت بنی اسرائیل کے نام:

سورہ بنی اسرائیل میں بڑے بڑے واقعات وحوادث کا بیان ہے، بنی اسرائیل کے دومرتبہ فساد فی الارض اور سرزمین قدس میں ہمیشہ کے لیے ان کے خاتمہ کا بیان ہے۔ سورہ کی ابتدا ایسے حیرت انگیز قصہ سے ہے جس کی تفصیلات انسانی عقل کے احاطہ سے باہر ہے، جن کے اندرون میں ایمان جلوہ گر تھا اور جن کے دل ایمان ویقین کی ضوفشانیوں سے منور تھے انہوں نے پہلے مرحلہ ہی میں سرِ تسلیم خم کردیا اس لیے کہ اس سے بڑی عظیم الشان حقیقت کو وہ دل وجان سے قبول کرچکے تھے، البتہ جن لوگوں نے واقعۂ معراج کو اپنی کوتاہ عقلوں کے دربار میں پیش کیا اور اپنے ناقص علم کی میزان میں اس کو پرکھنا چاہا، انہوں نے اس کو محال سمجھا اور اس کا انکار کیا، اس لیے کہ ان کی عقلیں اس طرح کی خبروں کو قبول کرنے کی اجازت نہیں دے رہی تھیں۔ اسی لیے سورہ کی ابتدا ایسے لفظ سے کی گئی جو انھیں ایمان کی حقیقت کی طرف لے آئے، جو انھیں خالق اور مخلوق کا فرق سمجھائے، اور ان کے سامنے قدرتِ الٰہی اور انسانی بے بسی اور عاجزی کے درمیان لکیر کھینچ کر رکھ دے: ﴿سبحٰن الذي أسریٰ بعبدہ لیلا﴾ (پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندۂ خاص کو (اپنی معیت خاصہ کے ساتھ) راتوں رات لے گئی)، اس کے بعد رسول اکرم ﷺ کو اسراء اور معراج کے سفر پر لے جانے کا بیان ہے، مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ لے جایا گیا اسی کو اسراء کہتے ہیں،

پھر وہاں سے آسمانی سفر کی ابتدا ہوئی جس کا نام معراج ہے۔

مسجد حرام انسانوں کے لیے اللہ رب العزت کی عبادت کا پہلا مرکز اور روئے زمین پر قائم ہونے والی پہلی مسجد ہے۔ مسجد اقصیٰ مسلمانوں کا قبلۂ اول ہے، اور مسجد حرام اور مسجد نبوی کے بعد وہ تیسرا حرمِ مبارک ہے، مگر تعمیر کے اعتبار سے مسجد حرام کے بعد مسجد اقصیٰ وہ دوسری مسجد ہے جو روئے زمین پر قائم کی گئی۔ حضرت ابوذر ؓ سے مروی ہے کہ میں نے اللہ کے رسول ﷺ سے دریافت کیا: یا رسول اللہ! روئے زمین پر سب سے پہلی مسجد کون سی ہے؟ فرمایا: ''مسجد حرام''، پھر عرض کیا: اس کے بعد کون سی؟ ارشاد فرمایا: ''مسجد اقصیٰ''، پھر دریافت کیا: دونوں کی تعمیر کے دوران کتنا وقفہ رہا؟ فرمایا: ''چالیس سال، اور جہاں تمھیں نماز مل جائے ادا کرلو، فضیلت مل جائے گی'' (صحیح بخاری)۔ روایتوں کے مطابق بیت اللہ کے معمارِ اول حضرت آدم علیہ السلام ہیں، مسجد اقصیٰ اس کے چالیس سال بعد بنائی گئی، تو اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے پہلے، حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام سے بہت پہلے مسجد اقصیٰ تعمیر کی جاچکی تھی؛ ممکن ہے کہ جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بیت اللہ کی دوبارہ بنیاد اٹھائی اسی طرح حضرت سلیمان علیہ السلام نے دوبارہ مسجد اقصیٰ کی بنیاد اٹھائی ہو۔

معراج کے وقت حضور ﷺ کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ لے جانے کی حکمت:

آخر کیا بات ہے کہ آپ کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ لے جایا گیا، جب کہ اس وقت بیت المقدس رومیوں کے قبضہ میں تھا، اور یہ بھی سبھی جانتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب ؓ کے دورِ خلافت میں بیت المقدس فتح ہوا، اور حضرت عمر ؓ نے اس وقت جو معاہدہ اور فرمان جاری کیا قوموں اور ملکوں کی تاریخ میں آج بھی وہ اہمیت رکھتا ہے۔ بیت المقدس کے رومیوں کے قبضہ میں ہوتے ہوئے معراج کے وقت وہاں لے جانے میں کیا حکمت پوشیدہ تھی؟ اور آنحضرت ﷺ نے انبیاء کی وہاں پر امامت کی جن میں آدم علیہ السلام، ابراہیم علیہ السلام، داؤد علیہ السلام، سلیمان علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام، عیسیٰ علیہ السلام بھی تھے، اس امامت کا کیا مطلب؟ مسجد حرام اور مسجد اقصیٰ دونوں مسجدوں کا ایک ساتھ ذکر کررہی یہ آیت سورۂ اسراء کے شروع میں کیوں لائی گئی؟ غور کرنے کے بعد اس کے بڑے دوررس معانی سمجھ میں آتے ہیں۔ مسجد حرام اور مسجد اقصیٰ کا وجود ایک ہے، دونوں کا دین ایک ہے، جو بھی دونوں کے مشترک عقیدہ کی وحدت پر دست درازی کرے گا اس کی خبر لینے کے لیے، شب معراج میں اپنے بندۂ خاص، خاتم الانبیاء کو دونوں جگہ لے جانے والا خدا قیامت تک لوگوں کو کھڑا کرتا رہے گا، اور اس طرح دونوں کے درمیان اتحاد باقی رکھے گا۔

مقدسات کی امانت خاتم الانبیاء کی امت کے حوالے:

اس کا صاف مطلب یہ بھی ہے کہ انبیائی عقیدہ کے اس اشتراک کی وجہ سے اور بنی اسرائیل کی اپنی نافرمانی وسرکشی کی بدولت استحقاق کھودینے کی وجہ سے اب امت محمدیہ ان مقدسات کی امین و وارث ہوگی، اسراء کا یہ سفر اسی حقیقت

کا اعلان تھا کہ سابقہ انبیاء کے مقدسات کی امانت اب خاتم الانبیاء کی امت کے حوالے کی جارہی ہے، ان کی حفاظت کی ذمہ داری ان کے کندھوں پر رکھی جارہی ہے۔

بابرکت سرزمین قدس:

مسجد اقصیٰ کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ اللہ کی طرف سے وہ بھی بابرکت اور اس کے اطراف بھی بابرکت ہیں۔ اس کے اطراف میں شام کا پورا علاقہ، فلسطین، اردن، سیریا اور لبنان سب شامل ہیں، تاریخ اسلام کے ہر دور میں یہ علاقے شام میں رہے ہیں، یہ جدید جغرافیائی حد بندیاں اسلام دشمن طاقتوں کی سازشیں تھیں جن کے ذریعے اہل اسلام کو کمزور کرنے کی اور ان کے اتحاد کو توڑنے کی کوشش کی گئی، ان جغرافیائی حد بندیوں نے مسلمانوں کو خانوں میں بانٹ دیا، اور ایک دھڑ کو متعدد ٹکڑوں میں تقسیم کرنے میں کامیاب ہوگئے۔

قدس کی سرزمین انبیاء کی سرزمین ہے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بچپن یہیں گزرا، حضرت ابراہیم علیہ السلام اسحاق علیہ السلام یوسف علیہ السلام، اور بعض اقوال کے مطابق حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبریں بھی یہیں، حرم ثالث مسجد اقصیٰ بھی یہیں، قیامت تک کفر و اسلام کی سرحد والی سرزمین بھی یہی، احادیث کے مطابق حشر و نشر بھی یہیں ہوگا۔ حدیثوں میں صاف آتا ہے کہ قیامت کے قریب آخری وقت میں ملک شام میں قیام اللہ کے راستے میں جہاد و مجاہدہ سمجھا جائے گا۔

قدس: قرآن کی نظر میں:

قرآن کریم میں تین جگہوں پر "الأیمن" کا لفظ آیا ہے (جس کے معنی ہیں: بابرکت)، ﴿وناديناه من جانب الطور الأيمن﴾ ﴿قد أنجيناكم من عدوّكم وواعدناكم جانب الطور الأيمن﴾ ﴿فلما أتاها نودي من شاطئ الواد الأيمن في البقعة المباركة﴾، تینوں موقعوں پر ارض فلسطین مراد ہے۔

قرآن کریم نے "مبارک" کا لفظ اکثر موقعوں پر اپنے تعارف کے لیے استعمال کیا ہے، وہیں اس سرزمین کے لیے بھی "البقعة المباركة" کہنا اس کے تقدس پر مہر ثبت کردیتا ہے۔ انسانوں میں سب سے معزز شخصیتیں انبیاء کرام کی ہیں، ان عظیم اور معزز شخصیتوں کی پابوسی کا شرف قدس کی سرزمین کو ہزاروں ہزار بار حاصل ہوا ہے۔ "برکة" کے مفہوم میں خیر اور اس خیر میں روز افزوں اضافہ کا مفہوم پوشیدہ ہے اسی لیے خیر و برکت والے پانی (یعنی بارش کے پانی) کے لیے قرآن نے "ماء اً مباركاً" کے الفاظ استعمال کیے ہیں۔ اور سیاروں میں تنہا زمین ہی کیلئے اس لفظ کا انتخاب کیا گیا (وبارك فيها وقدّر فيها أقواتها)، کیوں کہ صرف اسی پر زندگی اور اس میں روز افزوں اضافہ کے سامان حق تعالیٰ کی طرف سے رکھے گئے ہیں۔

سرزمین قدس کو یہ فضیلت حاصل ہے کہ قرآن کریم نے تقریباً تین بار اس کے لیے "بارکنا فیھا"، ایک بار "بارکنا حوله"، ایک بار "بورك"، ایک بار "البقعة المباركة" کے الفاظ استعمال کیے ہیں۔ درختوں میں جس درخت کو قرآن کریم نے "شجرة مباركة" کہا ہے وہ درخت بھی ارض قدس کی خوش قسمتی ہے کہ خاص اسی کی پیداوار ہے۔ (كأنها كوكبٌ درّيٌّ يوقد من شجرةٍ

مبارکۃ زیتونۃ)۔

اسی طرح قرآن کریم نے اس کو ''الأرض المقدسۃ'' کا بھی خطاب دیا، اور جس وادی کو ''وادیِ مقدس'' کہا وہ بھی اسی سرزمین پر واقع ہے۔

﴿لتفسدنّ في الأرض مرتين﴾ کا یہود پر انطباق:

سورہ بنی اسرائیل کی ابتدا میں یہود کی سرکشی اور بغاوت کا جس انداز میں ذکر ہے (جس کے بعد ﴿وان عدتم عدنا﴾ کہہ کر بھی خبردار کیا گیا) اس سے ان کے مزاج کا اندازہ ہوتا ہے۔ سورۂ اعراف کی آیت (وإذ تأذّن ربّک لیبعثنّ علیهم إلی یوم القیامۃ من یّسومهم سوء العذاب) بھی تاکید کررہی ہے کہ یہ ہر زمانے میں سر اٹھاتے رہیں گے، اور اس وقت دنیا ان کی جن فتنہ انگیزیوں اور شرارتوں کا مشاہدہ کررہی ہے اس سے قرآن کریم کے یہ الفاظ سو فیصد اس پر منطبق ہورہے ہیں ﴿لتفسدنّ في الأرض مرتین ولتعلنّ علواً کبیراً﴾ (تم زمین میں ضرور بالضرور دو مرتبہ فساد برپا کروگے اور بہت زیادہ سر اٹھاؤ گے)، اور موجودہ زمانہ میں شاید کچھ زیادہ ہی اس بات کا ان پر انطباق ہورہا ہے اس لیے کہ اس وقت ان کی ظالمانہ سرکشی بلکہ فرعونیت اپنی انتہا کو پہنچی ہوئی ہے۔ نہتے فلسطینیوں پر ان کی طرف سے توڑے جارہے مظالم 'اسرائیلی بربریت و درندگی' کی ایک خونیں تاریخ مرتب کررہے ہیں۔

اسرائیل کی موجودہ سرکشی اور طغیان کو سامنے رکھ کر آیئے جہاں سے گفتگو شروع ہوئی وہیں پہنچتے ہیں اور قرآن کریم کی طرف سے اہل ایمان کو سنائی گئی بشارتوں پر نظر کرتے ہیں: بنی اسرائیل کی دو تاریخی سرکشیوں کا سورہ بنی اسرائیل میں ذکر ہے، پہلی زبردست سرکشی و طغیانی کے بعد ان پر خدائی کوڑا بخت نصر کی صورت میں برس چکا ہے، جس نے بیت المقدس کی اینٹ سے اینٹ بجادی تھی، اور یہودیوں کے خون کے دریا بہادیے تھے، پھر اور موقعے بھی آتے رہے جب جب یہودیوں نے خدا سے بغاوت کی، اور سرکشی و تمرد پر اتر آئے تو خدائی کوڑا ان پر برستا رہا، چاہے ۶۶ء میں جنرل ٹیٹس کی شکل میں ہو، یا پھر گذشتہ صدی میں ہٹلر کی صورت میں ہو۔

ان کی پہلی تباہی کے بعد ذکر ہے کہ ان میں کسی قدر سدھار پیدا ہوگا، پھر آہستہ آہستہ وہ اپنی پرانی ڈگر پر واپس آنا شروع کردیں گے، آزمائش کے لیے انھیں خوب مال و دولت سے بھی نوازا جائے گا، ﴿وامددنا کم باموالٍ وبنین﴾ (اور ہم تمھیں مال و دولت اور بیٹوں سے بھی نوازیں گے)۔ یہودیوں کی موجودہ صورت حال پر غور کرنے والے پر یہ بات اچھی طرح واضح ہے کہ ان کے پاس دولت کی کس قدر ریل پیل ہے، دنیا کے بڑے بڑے بینکوں پر انھیں کا قبضہ ہے، بڑی بڑی کمپنیوں کی باگ ڈور انھیں کے ہاتھ میں ہے۔ یہودیوں کی تاریخ کا مطالعہ کرنے والا جانتا ہے کہ کسی زمانہ میں بھی ان کے پاس دولت کی کمی نہیں رہی، ان کی قیادت کے سامنے مالی مسائل کبھی نہیں رہے، آج بھی ان کے لیے یہ مسئلہ کوئی اہمیت نہیں رکھتا، حالات سے واقفیت رکھنے والوں کا کہنا ہے کہ مال اکٹھا کرنے کے لیے چندہ کی مہم پر اسرائیل سے اگر کوئی امریکہ

چلا جاتا ہے تو صرف ایک ہفتہ بھی نہیں گزر پاتا کہ اس کے پاس اچھا خاصا سرمایہ جمع ہو جاتا ہے۔ ''اموال'' کو ''بنین'' پر مقدم رکھنے میں قرآن کی حکمت شاید یہی ہے کہ ''بنین'' (افراد) کی قوت کے مقابلہ میں ''اموال'' کی قوت انھیں زیادہ حاصل رہے گی، اور یہ بھی ایک حقیقت ہے اور قرآن کی معجز بیانی کا ثبوت ہے کہ ان کے پاس ''بنین'' کی قوت مال کی قوت سے ہمیشہ کم ہی رہی ہے، اسی لیے افرادی قوت کو بڑھانے کے لیے وہ مال کی قوت کا سہارا لیتے رہتے ہیں، اور باہر سے انھیں تعاون حاصل رہتا ہے، چنانچہ موجودہ حالات میں آپ دیکھ سکتے ہیں کہ کس طرح بڑے بڑے ممالک کی سرپرستی انھیں حاصل ہے، اسی لیے ہمیشہ ہمیش کی ذلت و مسکنت کے باوجود وہ عارضی طور پر ''معزز'' معلوم ہوتے ہیں کیوں کہ ''بحبلٍ من الناس'' کے سایہ میں ہیں، اور فرمایا گیا تھا کہ ''حبلٍ من اللہ'' یا ''حبلٍ من الناس'' کا سایہ ان پر پڑے گا تو ہو سکتا ہے کہ کبھی انھیں (عارضی) ''عزت'' ملے۔

''اموال'' کی قوت کی بدولت ان کی حمایت میں باہر کی فوجیں بھی ہوں گی' یہ بھی قرآن کریم کا اعلان ہے، ملاحظہ ہو؛ کس صفائی کے ساتھ قرآن کریم فرماتا ہے: ﴿وجعلناکم اکثر نفیراً﴾ (اور ہم نے تمھارے لیے ''نفیر'' (کی طاقت) زیادہ رکھی)۔ ''نفیر'' کہتے ہی ہیں اس فوج کو جو باہر سے مدد کے لیے لائی جائے۔ قرآن کی اس معجز بیانی پر بھی تاریخ نے مہر ثبت کر دی۔

مزاج یہود کی کارستانیاں:

نافرمانی اور تمرد و سرکشی کے نتیجے میں ان کا جو مزاج بنا، اسی نے انھیں دنیا کی ہر تخریبی کارروائی کے پیچھے لا کھڑا کیا، ان کی نام نہاد مذہبی کتاب تلمود نے انھیں تشدد کا خوگر بنایا، فلسفۂ یہودیت (یعنی تلمود کی تعلیمات) کی تطبیق کے لیے سرگرم صہیونیت کی ایک شاخ ''ابناءِ میثاق'' (B'nai Birth) ہی تھی جس نے دنیا کو جنگ عظیم اول کی آگ میں دھکیلا، اور دوسری جنگ عظیم کی آگ بھڑکانے میں بھی اسی کا ہاتھ رہا۔ اس طرح سے ناقابل تلافی نقصانات والی دو عظیم جنگوں کا زخم بیسویں صدی کو دینے کا ''سہرا'' بھی یہودیوں کے سر جاتا ہے۔ یہ سب ﴿ولتعلنّ علواً کبیراً﴾ کی تشریح نہیں تو اور کیا ہیں؟!۔ ہر جنگ کے پیچھے یہی۔ ہر فتنہ کے پس پشت یہی۔ امن کونسلوں پر بھی انھیں کا قبضہ۔ اقوام متحدہ بھی انھیں کے زیر سایہ۔ عالمی مالیاتی فنڈ کی کنجیاں بھی انھیں کے پاس۔ تعلیم اور نظام تعلیم کے ذریعے سرد جنگ اور ''غزو فکری'' کے پیچھے بھی انھیں کے خفیہ ہاتھ۔ فوجی کارروائیاں بھی انھیں کی کوششوں کا نتیجہ۔

یہود کی دوسری سرکشی عصر حاضر میں ان کا فساد:

جب صورت حال یہ ہے تو پھر کیوں بعض مفسرین کے مطابق ان کے فساد کے دونوں موقعوں کو ہم بعثت نبوی سے قبل شمار کر لیں؟ ان مفسرین کی مجبوری یہ تھی کہ ان کی تحقیق بھی یہی تھی، اور ان کے زمانہ تک تاریخی دو بڑے موقعے ہی سامنے آئے تھے۔ مگر قرآن کریم تو ایک زندہ کتاب ہے، اور بنی اسرائیل کا جس انداز میں قرآن کریم نے ذکر کیا ہے اس انداز بیان سے بھی صاف معلوم ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل کی شرانگیزیاں اور ریشہ دوانیاں بعثت نبوی کے بعد بھی جاری رہیں گی بلکہ کچھ زیادہ ہی، اس لیے کہ یہی ایک امت ایسی ہے جو نزول قرآن سے قبل

بھی روئے زمین پر تھی، اور نزول قرآن کے بعد بھی روئے زمین پر موجود ہے۔ ان کے لیے قرآن کریم کے استعمال کیے ہوئے صیغے بھی یہی بات بتاتے ہیں۔﴿یریدون أن یطفؤا نور اللّٰہ بافواھھم﴾ میں ''یریدون'' کے صیغے کا عموم اور پھر اس کے لیے فعل مضارع کے استعمال میں پوشیدہ بلاغت کا پہلو بھی واضح کر رہا ہے کہ نورِ خدا کو بجھانے کے لیے اعداءِ اسلام کی کوششیں ہر زمانہ میں جاری رہیں گی، اور ظاہر ہے کہ ان دشمنوں میں یہود پیش پیش ہیں۔

دوسری اور آخری سرکشی کے بعد: دوسری سرکشی و بغاوت اور پھر ان کے فیصلہ کن انجام اور آخری تباہی کو بیان کرنے کے لیے لفظ استعمال کیا گیا ہے ﴿فاذا جاء وعد الاخرۃ﴾، عربی زبان اور لغت کی رو سے ﴿الآخرۃ﴾ اس دوسرے موقع کو کہتے ہیں جس کے بعد پھر تیسرا موقع نہ آئے، ''الثانیۃ'' اور ''الآخرۃ'' میں یہی فرق ہے، ''الثانیۃ'' جب بولا جائے گا تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ پھر اس کا تیسرا چوتھا پانچواں موقع بھی آسکتا ہے، اس کے برعکس ''الآخرۃ'' دوسرے اور آخری موقع ہی کے لیے بولا جائے گا۔ اسی لیے عالم آخرت کو ''الآخرۃ'' کہا گیا کہ دنیا کے بعد اس کا نمبر آئے گا، اور اس کے بعد پھر کوئی عالم نہیں ہوگا۔۔۔ جہاں سورہ کے شروع میں ''وعد الآخرۃ'' کہہ کر یہودیوں کے انجام اور آخری تباہی کا ذکر کیا گیا ہے وہیں سورہ کے آخری رکوع میں بھی ﴿وعد الآخرۃ﴾ کے الفاظ استعمال کیے گئے ہیں، ﴿فاذا جاء وعد الآخرۃ جئنا بکم لفیفاً﴾ (پھر جب آخری وعدہ کا وقت آئے گا تو ہم تم سب کو سمیٹ کر لے آئیں گے)۔ اکثر مفسرین اس وعدہ کو آخرت کے ساتھ خاص کر دیتے ہیں، اور ترجمہ کرتے ہیں کہ جب آخرت کا یعنی قیامت کا وعدہ آئے گا...... لیکن دونوں آیتوں کو سامنے رکھ کر غور کیا جائے تو یہ واضح ہوتا ہے کہ سورہ کے اخیر میں جو ''وعد الآخرۃ'' ہے یہ وہی ''وعد الآخرۃ'' ہے جس کی طرف شروع سورہ میں اشارہ کیا گیا ہے، آخرت میں تو صرف بنی اسرائیل کیا؟ بلکہ سب کو خدا کے حضور حاضر ہونا ہے، رنگ و نسل کے تمام امتیازات ختم کر کے وہاں ہر کسی کو حاضر کیا جائے گا، اور بدعملیوں کے متعلق باز پرس ہوگی۔ مگر جب شروع سورہ اور اخیر سورہ کی دونوں آیتوں کو ملا کر دیکھا جائے تو اس کا مفہوم یہودیوں سے متعلق ہوگا کہ اس دوسرے اور آخری وعدہ کے موقع پر اے یہودیو! جب تمہاری تباہی کا وقت آئے گا تم سب دنیا بھر سے سمیٹ کر ایک جگہ جمع کر دیے جاؤ گے، پھر تمہاری خبر لے لی جائے گی۔

''لفیف'' کہتے ہیں اس جماعت کو جس میں تمام جنسوں اور تمام رنگوں کے لوگ موجود ہوں۔ یہودیوں کی موجودہ صورتحال اور سرزمین قدس میں ان کی آبادی پر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ دنیا بھر کا یہ کوڑا آہستہ آہستہ ایک جگہ جمع کیا جا رہا ہے، رنگوں کے امتیازات مٹائے جا رہے ہیں، ان آباد ہونے والے یہودیوں میں کالا بھی ہے گورا بھی، امیر بھی ہے غریب بھی۔ الغرض سب کو ایک جگہ جمع کر کے اس آخری جنگ کی تیاری ہو رہی ہے جو اہل ایمان اور یہودیوں کے بیچ ہونی ہے، اور اس کے بعد اہل ایمان کو فتح ہوگی، اور قدس کی پاکیزہ و مقدس سرزمین ان نجاستوں سے پاک کر دی جائے گی۔ احادیث کی پیشین گوئی کے مطابق نوامیس فطرت بھی بدلے جائیں گے، قدرت الٰہی کا ظہور ہوگا، درخت درخت کہے گا: یہ میرے پیچھے یہودی کھڑا ہے، آ، اس کو کیفر کردار تک پہنچاؤ۔ الصادق المصدوق کی زبان سے نکلی ہوئی ان پیشین گوئیوں کو عالم ظہور میں آنا ہے، کیوں کہ ابھی تک تاریخ

اسلام میں بلاواسطہ یہودیوں سے کوئی جنگ ایسی نہیں ہوئی ہے کہ جس میں براہ راست یہود مدمقابل رہے ہوں اور اہل ایمان کو ان پر شاندار فتح نصیب ہوئی ہو اور یہودیوں کے پرخچے اڑا دیے گئے ہوں کہ اس صورت میں زبان نبوت کی ان بشارتوں کو اس پر منطبق کیا جاسکتا تھا! اس لیے لامحالہ ابھی اس آخری جنگ کا ظہور باقی ہے۔

﴿جئنا بکم لفیفاً﴾ سے قبل اسی آیت کریمہ میں فرمایا گیا ہے کہ ﴿وقلنا من بعده لبني اسرائيل اسكنوا الأرض﴾ (اور ہم نے بنی اسرائیل سے کہا کہ (اس پوری) زمین کو اپنا مسکن بنالو)، اور یہ ایک حقیقت ہے کہ بنی اسرائیل کے علاوہ اور کوئی قوم دنیا میں ایسی نہیں گزری جو پوری زمین کو اپنا مسکن بنا چکی ہو، اور روئے زمین پر پھیلی رہی ہو۔ دنیا کے ہر خطہ میں یہ قوم آباد رہی ہے، مختلف ٹکڑیوں میں بٹ کر رہنا خدا کی طرف سے ان پر عذاب تھا (وقطّعناهم في الأرض أمماً)۔ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ یہودی جہاں بھی رہتے ہیں اپنا ایک الگ محلہ ضرور بنا لیتے ہیں۔ ماہرین کا کہنا ہے کہ اگر کسی خطہ میں لاکر چند یہودیوں کو بسا دیا جائے اور وہاں سو سال کے بعد جا کر دیکھا جائے تو ضرور ان کا ایک الگ محلہ نظر آجائے گا۔ دوسری جتنی بھی قومیں ہیں وہ مرورِ ایام کے بعد ایک دوسرے میں ضم ہو جاتی ہیں مگر یہود ایک ایسی قوم ہے کہ کبھی دوسری قوموں کے ساتھ گھل مل نہیں سکتی، کیوں کہ یہ ان کا مقدر ہی نہیں، قرآن کا صاف اعلان ہے: ﴿وقطّعناهم في الأرض أمماً﴾ (اور (ان کی خرد ماغی کی پاداش میں) ہم نے انھیں ٹکڑوں میں بانٹ کے رکھ دیا)۔ اور اسی قرآن کا کہنا ہے کہ جب ان کی آخری تباہی کا وقت آئے گا تو سب ایک جگہ جمع کر دیے جائیں گے۔ یہ خدا کا فیصلہ تھا کہ ان کو ٹکڑوں میں بٹ کر رہنا ہے۔ اور یہ بھی اسی کا فیصلہ ہے کہ سرکشی اور بغاوت کی پاداش میں ان کی اینٹ سے اینٹ بجانے، اور بالآخر ان کے خاتمہ کا جب وقت آئے گا تو رنگ و جنس کے تمام اختلافات کے باوجود ان سب کو ایک جگہ سمیٹ دیا جائے گا، اور پھر ان کی چولیں ہلا دی جائیں گی، ان کی شرانگیزیوں کی انھیں خوب سزا دی جائے گی، اور آخرت سے قبل اس دنیا میں ہی انھیں کیفرکردار تک پہنچا دیا جائے گا، ﴿فاذا جاء وعد الآخرة جئنا بکم لفیفاً﴾ (پھر جب آخری وعدہ کا وقت آئے گا تو ہم تم سب کو سمیٹ کر (ایک جگہ) حاضر کریں گے)۔

قدس کی مبارک سرزمین ان تمام اسلامی فتوحات اور فیصلہ کن معرکوں کی بھی گواہ ہے جن کے بعد اسلام کو فروغ حاصل ہوا۔ کفر و ایمان کے مابین تمام تاریخی معرکہ آرائیاں اور فیصلہ کن جنگیں اس بات کی دلیل ہیں کہ آخری فیصلہ کن معرکہ بھی اسی سرزمین پر ہونا ہے' جو حق و باطل کی رزم گاہ رہی ہے۔ قرآن کا بھی یہی کہنا ہے، اور حدیث شریف بھی یہی بتاتی ہے۔ حق و باطل کی آویزش کبھی ختم ہونے والی نہیں! اہل ایمان اور اہل کفر کے درمیان بلاشبہ ایک آخری اور فیصلہ کن جنگ ہونی ہے! یہودیوں کے مقابلہ پر اہل ایمان اس آیت قرآنی اور بشارت ربانی سے خوش خبری حاصل کریں: ﴿واذ تاذّن ربّک ليبعثنّ عليهم إلى يوم القيامة من يسومهم سوء العذاب﴾ (اور اس وقت کو یاد کرو جب تمہارے پروردگار نے (یہود کو) آگاہ کر دیا تھا کہ وہ ان پر قیامت تک ایسے لوگوں کو مسلط رکھے گا جو ان کو بڑی بڑی تکلیفوں میں مبتلا رکھیں گے)۔

جناب ابرار خٹک *

اتحادِ اسلامی، قرآن، سنّت اور عقل کی روشنی میں

خالقِ کائنات کے نزدیک تخلیقِ آدم کا بنیادی مقصد انسان کو عرفانِ ذات و معرفتِ حق کے ذریعے ''اطاعت و بندگی'' کی روحانی و جسمانی لذتوں سے آشنا کر کے خلیفۃ الارض کے عظیم، جلیل القدر اور آفاق گیر منصب پر فائز کرنا ہے، ابنِ آدم کو اشرف المخلوقات جیسی لازوال صفت سے متصف کر کے اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتے ہیں:

''اور تحقیق ہم نے بنی آدم کو شرافت بخشی، خشکی اور تری میں برتری دی، پاکیزہ رزق عطا کیا اور اسے مخلوقات میں سے بہت سوں پر فضیلت بخشی ہے''۔ بنی اسرائیل (۷۰)

ربّ العالمین نے انسان اور اس ''ہمہ رنگ و ہمہ جہت'' کائنات کی تخلیق میں توازن و اعتدال کی حیرت انگیز حکمت پوشیدہ رکھی ہے، مشاہدۂ کائنات سے عیاں ہے کہ حجم و وزن، افراط و تفریط، وحدت و کثرت، تغیر و تبدل، حرکت و سکون، بنجر و زرخیز، خشک و سیراب، اور فنا و بقا کی صورت میں اس پورے نظامِ ہست و بود میں عجیب و غریب توازن پایا جاتا ہے، جس میں یقیناً صاحبانِ بصیرت و بصارت کے لیے بہت ساری نشانیاں ہیں۔ جس وقت یہ توازن ٹوٹ گیا، فطرت کی دلکشی، چشمِ حیراں کی منظر کشی، جذبوں کا ترنّم، آبشاروں کا ترنّم، ہواؤں کی سرسراہٹ، ندیوں کی گنگناہٹ، پھول کی مہک، سبزے کی لہک، سورج کی چمک، چاند کی دمک، حیات کے ولولے، امن کے زمزمے، محبت کی حدّت، تڑپ کی شدّت، شجر کا جمال، حجر کا جلال، فصاحت کا مخزن، بلاغت کا معدن پلک جھپکنے میں مفقود ہو جائے اور ''انسان پروانوں جبکہ پہاڑ دھنے ہوئے رنگین اون کی طرح اڑنے لگیں۔''

یہ وحدت، توازن و اعتدال اللہ نے صرف نظامِ کائنات ہی میں نہیں، انسانی رشتوں، معاشروں اور اقوام و ملل کی بنیادوں میں بھی رکھا ہے۔ پوری انسانیت کو 'اے ابنِ آدم! اے لوگو! کے کلمے سے مخاطب کر کے اللہ تعالیٰ ''تقویٰ'' کو ہر انسان کے لیے شرف و برتری کی معراج قرار دیتے ہیں۔ رنگ و نسل، اعلیٰ و برتر و دیگر غیر فطری امتیازات کا خاتمہ کر کے اللہ تعالیٰ، انسانیت کو رواداری کی لڑی میں پروتے ہوئے 'سلامتی و امن (اسلام) کے حقیقی سرچشموں سے

---

* لیکچرار شعبہ اردو، گورنمنٹ پوسٹ گریجویٹ کالج، مردان

سیراب کرنا چاہتے ہیں۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ انسانیت سے مخاطب ہوکر فرماتے ہیں: ''اے لوگو! بے شک ہم نے تم کو ایک مرد و عورت (آدم وحوا) سے پیدا کیا اور ہم نے تمہاری پہچان کے لیے تم کو قوموں اور قبیلوں میں تقسیم کیا، بیشک تم میں زیادہ باعزت، اللہ کے ہاں وہی ہے جو زیادہ پرہیز گار ہے، بیشک اللہ تعالیٰ جاننے والا خبردار ہے۔'' (الحجرات ۱۳)

قدرت کو انسانی رشتوں، معاشروں اور اقوام میں توازن و اعتدال محض اس لیے عزیز نہیں کہ اس میں حیاتِ انسانی کی بقا کا راز مضمر ہے بلکہ اس لیے کہ یہی توازن واعتدال توحید کی روح تک رسائی کا ضامن ہے، کیونکہ فساد بندگی کا دشمن اور امن عبدیت کو دوام بخشتا ہے۔

حجتہ الوداع کے موقعے پر اسی منشائے الٰہی کی توثیق کرتے ہوئے رحمت اللعالمین ﷺ نے فرمایا: ''اے لوگو! تمہارا ربّ ایک ہے تمہارا باپ (آدم) ایک ہے۔ خبردار! کسی عربی کو عجمی اور عجمی کو عربی پر یا کسی گورے کو کالے اور کالے کو گورے پر کوئی برتری اور فضیلت حاصل نہیں، ہاں تقویٰ سے حاصل ہوتی ہے۔''

بلاشبہ بندگی اور عبادت کی آزمائش کا عمل سکون کا متقاضی ہے کہ بگاڑ، انتشار اور ٹکراؤ فکر و عمل کے لیے زہرِ قاتل ہیں جس سے توحید کے مقابلے میں شرکی قوتیں متحرک ہوتی ہیں، اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمت اللعالمین ﷺ (اسلام) کے ذریعے اہلِ عالم کو توحید کی دعوت اسی لیے دی گئی کہ وہ دنیا کو امن و سلامتی کی بستی بنانا چاہتے ہیں:

''آؤ ایک بات کی طرف جو تمہارے اور ہمارے درمیان (قابلِ قبول) مشترک، یعنی برابر ہے کہ ہم سب مل کر اللہ کی بندگی اختیار کریں اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہرائیں اور نہ ہم سب اللہ کو چھوڑ کر آپس میں ایک دوسرے کو اپنا (مالک) آقا بنائیں۔'' (آل عمران ۶۴)

لاریب کرۂ ارض پر الہامی دستور (قرآن) کے مطابق عالمگیر انسانی معاشرے کی تشکیل عین منشائے ایزدی ہے، اللہ کی طرف سے رحمت اللعالمین ﷺ کی امتِ واحدہ کی ''امتہ وسطاً لتکونو شھداعلی الناس'' (بقرہ ۱۴۳) کے رُوپ میں صوری و معنوی تشکیل دراصل اسلامی نظامِ حیات و معاشرت کے لباس میں سابقہ جملہ نظام ہائے دنیاوی کی نئی تشکیل، تجدید و ارتقا ہے کیونکہ اسلام قدرتی بناوٹ، الہامی فکر و تفلسف اور پیغمبر ﷺ کی عملی زندگی ''اسوۂ کامل'' کے لحاظ سے ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے۔ انسانیت کو اسلام کے ابدی سرچشموں سے فیض یاب کرنے، سلامتی، اطاعت و بندگی، کے دائرے میں لانے کا یہ عمل اس وقت یقیناً حیرت انگیز کامیابیوں کا حامل رہا جب تک آپ ﷺ کا عملی نمونہ حقیقی صورت میں انسانانِ عالم کے سامنے تھا تاہم آپ ﷺ کی رحلت کے بعد اب یہ ذمہ داری امتِ مسلمہ کے کندھوں پر آن پڑی ہے کہ وہ باہمی اتفاق و اتحاد کا عملی مظاہرہ کرتے ہوئے ''قرآن وسنت'' کو مشعلِ راہ بنا کر اس عظیم خدائی ''امانت'' کو اپنی تمام تر جزئیات کے ساتھ پایۂ تکمیل تک پہنچانے کی شعوری کوشش کرے۔

اللہ کی طرف سے تمام انسانیت کو توحید کی بنیاد پر اسلام کے دائرے میں داخل کرنے کا فریضہ امتِ

محمد ﷺ کو کیوں سونپا گیا؟ اس لیے کہ اس امت کی بناوٹ خود فطرت نے خالصتاً توحید کے فلسفے پر کی ہے اور اس میں فطرت کے آفاق گیر توازن کا پرتو پایا جاتا ہے۔ قرآن ام الکتاب، نبی ﷺ امام الانبیاء جبکہ امتِ مسلمہ ''اِنّ الدّین عند اللہ الاسلام'' کے روپ میں ازلی وابدی قدروں کی حامل؛ لاریب اسلام و مسلمان لازم وملزوم ہیں اور ان دونوں میں کوئی حدِ فاصل نہیں۔

مسلمان (امتِ مسلمہ) کی عظمت اور شان وشوکت کا نقشہ حکیم الامت علامہ اقبال نے اشعار کی پُرتاثیر زبان میں جس شان سے کھینچا ہے، وہ اپنی مثال آپ ہے:

خدائے لم یزل کا دستِ قدرت تو زباں تو ہے ۔۔۔ یقیں پیدا کر اے غافل کہ مغلوبِ گماں تو ہے
پرے ہے چرخِ نیلی فام سے منزل مسلماں کی ۔۔۔ ستارے جس کی گردِ راہ ہو وہ کارواں تو ہے
مکاں فانی، مکیں آنی، ازل تیرا، ابد تیرا ۔۔۔ خدا کا آخری پیغام ہے تو جاوداں تو ہے
حنا بندِ عروسِ لالہ ہے خونِ جگر تیرا ۔۔۔ تیری نسبت براہیمی ہے معمارِ جہاں تو ہے
تری فطرت امیں ہے ممکناتِ زندگانی کی ۔۔۔ جہاں کے جوہرِ مضمر کا گویا امتحاں تو ہے
جہانِ آب و گِل سے عالمِ جاوید کی خاطر ۔۔۔ نبوّت ساتھ جس کو لے گئی وہ ارمغاں تو ہے
سبق پھر پڑھ صداقت کا، عدالت کا، شجاعت کا ۔۔۔ لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا

قرآن وحدیث، امتِ مسلمہ کی اساس ہے جس میں نہ صرف اس کی ساخت، بناوٹ وتشکیل کی واضح ہیئت ملتی ہے بلکہ وہاں سے فکری وعملی غذا بھی مہیا ہوتی ہے۔ قرآن وحدیث سے روگردانی اس امت کو عدم توازن کا شکار کرتی ہے جس کا انجام یقیناً ضلالت وگمراہی، اور دنیوی واُخروی تباہی وبربادی ہے، جس طرح نبی آخر الزماں ﷺ نے فرمایا: ''میں تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑے جارہا ہوں اگر تم اس کو مضبوطی سے تھامے رہو گے تو ہرگز گمراہ نہ ہوگے، ایک قرآن دوسری میری سنت۔'' (مشکوٰۃ)

اللہ تعالیٰ نے امتِ مسلمہ کی تشکیل نظریۂ توحید اور اخوت و بھائی چارے کی بنیاد پر کی، تمام مسلمانوں کو ایک کلمہ ''لاالٰہ اِلّا اللہ محمد ﷺ الرسول اللہ'' کی بنیاد پر اسلام کے آفاق گیر رشتے میں منسلک کر کے رنگ، نسل، زبان، ذات پات، اعلیٰ وکمتر اور جغرافیائی حد بندیوں کا خاتمہ قرآن کے ان الفاظ میں کیا: ''انما المومنون اخوۃ'': ''تمام مسلمان بھائی بھائی ہیں۔'' ساتھ ہی یہ تاکید بھی کی کہ ''فاصلحو بین اخویکم'' یعنی دونوں بھائیوں میں صلح (اختلاف کی صورت میں) کر دیا کرو۔'' (الحجرات ۱۰)

بے شک اللہ ربّ العزت نے مسلمانوں کو باہمی ذہنی وفکری، روحانی وقلبی رشتوں میں منسلک کر کے وہ زمین تیار کی جس پر اس عظیم الشان امت کی حسین عمارت قائم ودائم ہے، اللہ تعالیٰ نے اسلام کی رسّی ''قرآن'' ان کے ہاتھوں

میں دے کر فرمایا: "واعتصمو بحبلِ الله جميعاً ولا تفرّقو" (الحجرات ۱۰): ''اور اللہ کی رسّی کو مضبوطی سے تھامے رہو اور فرقوں میں تقسیم نہ ہو'' (ال عمران ۱۰۳)

قطروں کا ملاپ نہ ہو تو آبشاروں، دریاؤں، سمندروں کا جلال و جمال ایک خواب، ستاروں کی جھرمٹ نہ ہو تو چراغاں و کہکشاں نایاب، شجر و حجر نہ ہو تو گلستاں و کہستاں مفقود، بحر و بر نہ ہو تو حسنِ حیات و کائنات نابود: غرض جس طرح فطرت کا تمام حسن، وحدت میں پنہاں ہے، اسی طرح امتِ مسلمہ کی عظمت، شان و شوکت کا دار و مدار بھی وحدت کے مرہونِ منت ہے۔

قدرت کو اس امت کی تقسیم کسی صورت گوارا نہیں کیونکہ زمین پر خدائی قانون کا عملی نفاذ اور انسانیت کی بقا کا دار و مدار اس کے باہمی اتحاد و اتفاق سے وابستہ ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ ایک اور جگہ مسلمانوں سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں: مسلمانوں تم اُن لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جنہوں نے آپس میں تفرّقہ ڈالا اور باہم تنازعہ پیدا کیا جبکہ اُن کے پاس واضح احکامات پہنچ چکے تھے۔'' (ال عمران ۱۰۵)

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لیے
نیل کے ساحل سے لے کر تا بخاکِ کاشغر

اسلام کی تعلیمات کسی ایک قوم، رنگ و نسل اور جغرافیہ تک محدود نہیں کیونکہ امّتِ مسلمہ کی بنیاد مذکورہ امتیازات پر نہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے تمام روئے ارض کو مسجد سے تشبیہ دی ہے: ''تمام روئے ارض مسجد ہے'' (ترمذی) تاکہ مسلمان جغرافیائی حد بندیوں تک محدود نہ رہیں اور کرۂ ارض ''الملک للہ والحکم للہ'' کی حقیقی تصویر و تفسیر بن جائے۔ اسلام کی شاندار تاریخ اور حیران کن فتوحات کی پشت پر قرآن و سنّت کے یہی عالمگیر اصول کارفرما ہے، جس کی سب سے دلآویز جھلک طارق بن زیاد کی صورت میں ملتی ہے جنہوں نے اسپین کے ساحل پر کشتیاں جلاتے ہوئے ان تاریخ ساز الفاظ ''الملک للہ والحکم للہ'' کا عملی مظاہرہ کر کے رہتی دنیا تک اسلامی و عالمی تاریخ میں اپنے آپ کو امر کیا۔ یہ تاریخی واقعہ کرۂ ارض پر اسلام کے شاندار ماضی کی ناقابلِ فراموش داستان ہے جس کو حکیم الامّت علامہ اقبال نے آنے والی نسلوں کے لیے اس نظم کی صورت میں ہمیشہ کے لیے محفوظ کیا ہے:

طارق چو بر کنارۂ اندلس سفینہ سوخت — گفتند کارِ تو بہ نگاہِ خرد خطاست
دوریم از سوادِ وطن باز چوں رسیم؟ — ترکِ سبب ز روئے شریعت کجا رواست
خندید و دست خویش بشمشیر برد و گفت — ہر ملک ملکِ ماست کہ ملکِ خدائے ماست۔

امّتِ مسلمہ کی ذہنی، فکری اور عملی تشکیل کا نقشہ، حضور ﷺ نے احادیث میں انتہائی صراحت سے بیان کر دیا ہے، حضرت ابو موسیٰؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان سے تعلق ایک

عمارت کی مانند ہے جس کا ایک حصہ (ایک اینٹ دوسرے اینٹ) دوسرے حصے کو مضبوط کرتا ہے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈالیں۔" (اس عمل سے یہ سمجھایا کہ مسلمانوں کو اس طرح ایک دوسرے سے جڑے رہنا چاہیے اور ایک دوسرے کی قوت کا ذریعہ بننا چاہیے۔) (بخاری)

عصبیت چاہے رنگ و نسل کی ہو یا قومیت و جغرافیہ کی، زبان و بیاں کی ہو یا مسلک و فرقہ کی، امت کی وحدت کو پارہ پارہ کر دیتی ہے، اس لیے رسول اللہ ﷺ نے عصبیت کو حرام قرار دیا۔ حضرت جبیر بن مطعمؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جو عصبیت کی دعوت دے وہ ہم میں سے نہیں، جو عصبیت کی بنا پر لڑے وہ ہم میں سے نہیں، اور جو عصبیت (کے جذبے) پر مرے وہ ہم میں سے نہیں۔" (ابوداؤد)

محبت و مؤدت، اخوت و برادری کا رشتہ مقناطیسی قوت کا حامل ہوتا ہے جسے ربِّ کائنات نے مومنین کی سرشت میں ڈال دیا ہے، ایک مسلمان چاہے جس حال و کیفیت میں ہو، روحانی و جسمانی لحاظ سے دوسرے مسلمان کے دکھ درد اور فخر و انبساط کی گھڑیوں میں اپنے آپ کو شریک پائے گا، حضرت نعمان بن بشیرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "مسلمان کی مثال ایک دوسرے سے محبت کرنے، ایک دوسرے پر رحم کرنے اور ایک دوسرے پر شفقت کرنے میں بدن کی طرح ہے، جب اس کے بدن کا ایک عضو تکلیف میں ہو تو سارے بدن کے اعضا بخار و بے خوابی میں اس کے شریکِ حال ہوتے ہیں۔" (مسلم)

بقول مولانا ابوالکلام آزاد: "ہم مسلمان جہاں تہاں بھی ہیں، ایک ملک سے لے کر دوسرے ملک تک، حکمرانی تقسیم کے علی الرغم ملتِ واحدہ ہیں، وہ زخم جو انقرہ میں کسی ترک کو لگتا ہے، اس کا لہو دہلی میں ایک مسلمان کے سینے سے رستا ہے اور وہ کانٹا جو مراکش میں کسی فرزندِ توحید کو چبھتا ہے، اس کی ٹیس ہندوستان کے مسلمان کو ہوتی ہے۔"

جس طرح شاعرِ مشرق نے فرمایا:

اخوت اس کو کہتے ہیں چبھے کانٹا جو کابل میں
تو ہندوستان کا ہر پیر و جواں بیتاب ہو جائے

قرآن و احادیث کے پس منظر میں امتِ مسلمہ کا یہ تصور بلاشبہ منفرد عظمتوں کا حامل رہا ہے، مسلمانوں کی ہزار سالہ تاریخ اس کی عملی تصویر ہے، جس کی گواہی تاریخ عالم بھی دے رہی ہے تاہم آج بہت سارے سوالات سر اٹھا رہے ہیں، کیا آج بھی امتِ مسلمہ قرآن و حدیث کی ان تعلیمات پر بدستور عمل پیرا ہے، اور ماضی کی طرح ان کا حال بھی شاندار عظمتوں کا حامل ہے؟ پچھلے چار پانچ سو سالوں میں اس امت نے کتنی ترقی کی ہے اور اکسویں صدی کی پہلی دہائی میں اقوامِ عالم کے صف میں آج کس مقام پر کھڑی ہے؟ ان سوالات کے جوابات انتہائی روح فرسا ہیں۔

قانونِ قدرت سے انحراف کیا جائے تو ردِّ عمل میں فطرت کے ظاہری ہتھیار بھی اپنا توازن توڑ کر حرکت میں

آنے لگتے ہیں‘ پھر سیلاب طوفانِ نوحؑ کی شکل اختیار کرتا ہے‘ آسمانی پکار و بادِ صرصر‘ قومِ عاد و ثمود کو نشانِ عبرت بنا دیتے ہیں‘ فرعون و جیشِ فرعون کے لیے دریائے نیل مقتل بن جاتا ہے‘ سمندر کا مدّ و جزر سونامی اور زمینی عدم توازن زلزلہ بن کر اقوام و تہازیب کو صفحہ ہستی سے مٹا دیتا ہے۔ بعینہ انسانی رشتوں‘ اقوام و ملل کا توازن ٹوٹ جائے تو انتشار و اختلاف ‘غربت و افلاس‘ ظاہری عیش و عشرت‘ غفلت و تن آسانی ان کی جملہ فطری و کسبی صلاحیتوں کو ساکت و جامد کر دیتی ہے۔ ذہنی و نفسیاتی‘ اخلاقی و جسمانی‘ معاشی و معاشرتی‘ تہذیبی و ثقافتی عوارض میں مبتلا ہو کر زوال و نامرادی کے گڑھوں میں گرنے لگتی ہیں‘ ان پر نااہل و غاصب حکمران مسلط ہو جاتے ہیں‘ وسائل و امکانات کے باوجود اس کی ذہنی و فکری و دیگر شعبہ ہائے حیات کی ترقی کا عمل رُک جاتا ہے اور اللہ کا ہر عذاب تازیانہ بن کر انہیں قعر و مذلت کی اتھاہ گہرائیوں میں گزارنے لگتا ہے۔ افسوس! آج امتِ مسلمہ بھی مئوخرالذکر جملہ مسائل کی کیفیات سے دوچار نظر آتی ہے۔

انیسویں صدی کے اختتام پر امت مسلمہ کی حالت کی تصویر کشی اردو کے مشہور شاعر الطاف حسین حالی نے کی تھی‘ افسوس صد افسوس! ہم نے ماضی سے کچھ نہیں سیکھا اور آج اکسویں صدی کی پہلی دہائی پر بھی اس سے کہیں زیادہ بدتر حالت میں ہیں‘ انہوں نے سرورِ کائنات محمد مصطفیٰ ﷺ کے حضور مناجات پیش کرتے ہوئے امت کی کیفیت ان الفاظ میں بیان کر دی تھی‘ یوں لگ رہا ہے جیسے یہ اشعار آج لکھے گئے ہیں۔

اے خاصۂ خاصانِ رسل وقتِ دُعا ہے ۔۔۔ امت پہ تیری آ کے عجب وقت پڑا ہے
جو تفرقے اقوام کے آیا تھا مٹانے ۔۔۔ اس دین میں تفرقہ اب آکے پڑا ہے
جس دین نے تھے غیروں کے دل آ کے ملائے ۔۔۔ اس دین میں اب بھائی سے اب بھائی جدا ہے
جو دین کہ ہمدرد بنی نوعِ بشر تھا ۔۔۔ اب جنگ و جدل چار طرف اس میں بپا ہے
جس دین کا تھا فقر بھی اکسیر غنا بھی ۔۔۔ اس دین میں اب فقر ہے باقی نہ غنا ہے
عالم ہے سو بے عقل ہے‘ جاہل ہے سو وحشی ۔۔۔ منعم ہے سو مغرور ہے مفلس سو گدا ہے
چھوٹوں میں اطاعت ہے‘ نہ شفقت ہے بڑوں میں ۔۔۔ پیاروں میں محبت ہے نہ یاروں میں وفا ہے
دولت ہے نہ عزت نہ فضیلت نہ ہنر ہے ۔۔۔ ایک دین ہے باقی سو وہ بے برگ و نوا ہے

مشہور تاریخی واقعہ ہے کہ ایک جنگ میں حاتم طائی کی بیٹی گرفتار ہو کر محمد مصطفیٰ ﷺ کے سامنے پیش کی گئی ‘آپ ﷺ کے لیے ہر قوم کی بیٹی واجب الاحترام ہوتی‘ آپ ﷺ نے اُس کے بے پردہ چہرے پر چادر تان کر اسے عزت دی‘ اس تلمیح کو شعر میں نقل کرتے ہوئے علامہ اقبال امت مسلمہ کی موجودہ حالت کی تصویر کشی یوں کرتے ہیں:

ما ازاں خاتونِ طے عریاں تریم ۔۔۔ پیشِ اقوامِ جہاں بے چادریم تریم

افسوس! ہم خاتونِ طے سے بھی زیادہ بے پردہ ہو چکے ہیں اور آج اقوامِ عالم کے سامنے تماشا بنے ہوئے ہیں‘ کوئی چادر

دینے والا بھی نہیں!!

تاریخ عالم بانگِ دہل تسلیم کر چکی ہے کہ کرۂ ارض پر انسان ساز تہذیب وثقافت کی بنیادیں اسلام نے رکھیں، دنیا کی تمام تہذیبوں اور ثقافتوں کی مثبت روایات کی پنیری اسلام کے کشتِ فکر وخیال میں کاشت ہوئی۔ تعلیم و تعلّم، تصنیف وتالیف، سائنس وٹیکنالوجی، طبیعات وحیاتیات، فنون وادبیات، طب وسیاسیات، فلسفہ وتصوّف، علم الکلام و ادیان، طرزِ معیشت ومعاشرت غرض جملہ شعبہ ہائے حیات کی افزائش وترقی کا سہرا مسلمانوں کے سر ہے اور ان علوم و فنون کی تمام دلآویزیاں اسلام کے مرہونِ منت ہیں!!

تو پھر آج مسلمان، امتِ مسلمہ، مغرب کا دستِ نگر کیوں ہے؟ مغرب، ہمیں جاہل، گنوار، نقال اور دہشت گرد کے ناموں سے کیوں پکار رہا ہے؟ طفلِ مکتب سمجھ کر ہماری ذہنی وفکری حد بندیاں کیوں کر رہا ہے؟

رازدارِ فطرت علامہ اقبال نے اس کی وجوہات یوں بیان کردی تھیں:

تجھے آبا سے اپنے کوئی نسبت ہو نہیں سکتی
کہ تو گفتار وہ کردار تو ثابت وہ سیّارا
گنوادی ہم نے جو اسلاف سے میراث پائی تھی
ثریا نے زمیں پر آسماں سے ہم کو دے مارا
حکومت کا تو کیا رونا کہ وہ ایک عارضی شے تھی
نہیں دنیا کے آئینِ مسلّم سے کوئی چارا
مگر وہ علم کے موتی کتابیں اپنے آبا کی
جو دیکھیں ان کو یورپ میں تو دل ہوتا ہے سیپارہ

افسوس! قدرت نے امّت مسلمہ کی رگوں میں اعتدال وتوازن کی جو حکمت پوشیدہ رکھی ہے وہ آج اس کا حقیقی ادراک کرنے سے بھی قاصر نظر آتی ہے۔ قرآن وسنّت کے باغی، تعلیم وتحقیق سے بیزار، عیش وعشرت کے خوگر، غفلت و تن آسانی کے عادی، مسلک وفرقے اور جغرافیائی حدود وقیود کے اسیر ہوکر ہم تن وروح، قلب وجاں کا رشتہ ہی بھلا بیٹھے ہیں، اہلِ سیاست، حکومت واقتدار کے لالچ میں منڈیٔ سیاست میں قومی وملّی وقار کو نیلام کر رہے ہیں جبکہ ملت کی اقتصادی، معاشی اور سماجی حالت انتہائی دگرگوں ہے، انگریزوں کی کاسہ لیسی، ملت فروشی ووطن فروشی پر فخر کیا جارہا ہے بے شمار مکاتبِ فکر کی بنیاد پر غیر فطری تقسیم اور شیرازۂ امّت کو منتشر کرنے کے باوجود، ہمارا سارا زورِ تکلّم اس بات پر صرف ہو رہا ہے کہ کیا رواداری کی بنیادیں کرۂ ارض پر اسلام نے نہیں رکھیں؟ جبکہ حقیقتِ حال اکبرالہ آبادی کی زبان میں یہ ہے کہ:

بنائے ملّت بگڑ رہی ہے لبوں پہ ہے جاں مر رہے ہیں
مگر طلسمی اثر ہے ایسا کہ خوش ہیں گویا اُبھر رہے ہیں
اِدھر ہے قومِ ضعیف ومسکیں اُدھر ہے کچھ مرشدانِ خودبیں
یہ اپنی قسمت کو رو رہی وہ نام پر اپنے مر رہے ہیں
کٹی رگِ اتحادِ ملّت، رواں ہوئیں خونِ دل کی موجیں
ہم اس کو سمجھے ہیں آبِ صافی نہا رہے ہیں، نکھر رہے ہیں

آج ہر کوئی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد میں بیٹھ کر دوسروں کی تکفیر کرنے پر تُلا ہوا ہے، اسلام کی نشاۃ ثانیہ کی آرزو

کے باوجود عالم اسلام میں اختلافات کی خلیج بڑھتی جارہی ہے۔ مذہبی حلقوں میں دینی اختلافات مزید وسعت اختیار کرتے جارہے ہیں' علما' فقہا اور خطیبِ منبر تہمتیں لگا کر ایک دوسرے کو بدنام کررہے ہیں' تحریر و تقریر کی تمام تر توانائیاں اختلافی مسائل کو ہوا دینے پر صرف ہورہی ہیں۔ مسلمان قومی' لسانی' مسلکی' فرقہ وارانہ مسائل اور جغرافیائی حد بندیوں سے نکلنے کے لیے تیار نہیں' ہر کوئی اپنے مسلک و فرقے پر فخر کررہا ہے اور ایک شناخت ''مسلمان'' انہیں گوارا نہیں' جس نے ان کو ایک دوسرے کا جانی دشمن بنادیا ہے۔ رواداری' افہام و تفہیم کی فضا پیدا نہیں ہونے دی جارہی' کیونکہ اس طرح ذاتی مسلک و مکتب پر اجارہ داری ختم ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے۔

حکیم الامت نے کہا تھا:

فرقہ بندی ہے کہیں اور کہیں ذاتیں ہیں — کیا زمانے میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں
یوں تو سیّد بھی ہو' مرزا بھی ہو' افغاں بھی — تم سبھی کچھ ہو بتاؤ کہ مسلمان بھی ہو؟
منفعت ایک ہے اس قوم کی نقصان بھی ایک — ایک ہی سب کا نبی دین بھی ایمان بھی ایک
حرم پاک بھی اللہ بھی قرآن بھی ایک — کچھ بڑی بات تھی ہوتے جو مسلمان بھی ایک

آج حالات ہی نہیں عقل کا بھی تقاضا ہے کہ ہمیں انتشار میں اتحاد اور اختلاف میں اتفاق کی طرف بڑھنا ہوگا! تاہم محض وقت اور حالات کے تقاضوں پر ہی اکتفا کیوں؟ قرآن و حدیث کا حوالہ دے کر بتایا گیا کہ اللہ رب العزت اور حضور نبی کریم ﷺ کی منشا و رضا بھی یہی ہے۔ عراق' افغانستان و پاکستان عالمی دہشت گردی کی نذر ہو رہے ہیں۔ ایران پر خطرات کے بادل منڈلا رہے ہیں' کشمیر' فلسطین' شیشان' سوڈان غرض جہاں کلمہ گو ہے شیطانی قوتوں (مغربی قوتوں) کے نشانے پر ہے۔ کرۂ ارض کے تمام مسلمان کسی نہ کسی صورت میں ظلم جبر' امتیازی قوانین' غیر منصفانہ معاشی پالیسوں کی آگ میں جل رہے ہیں۔ بیت المقدس مسجدِ قرطبہ کفار کے نرغے میں ہیں ۔غرناطہ کی پہاڑی پر ''مسلمانوں کی آخری ہچکی'' کے الفاظ ہماری دینی حمیّت پر تازیانے برسا رہے ہیں:

خیاباں میں ہیں منتظر لالہ کب سے
قبا چاہیے اس کو خونِ عرب سے

سوال اٹھتا ہے کہ کیا ہمارا شاندار ماضی یونہی قصۂ پارینہ بنا رہے گا' اور مسلمان ''امتِ مسلمہ'' کبھی ''نشاۃ ثانیہ'' نہ دیکھ سکے گی؟

زلزلے جن سے شہنشاہوں کے درباروں میں تھے — بجلیوں کے آشیانے جن کی تلواروں میں تھے
اک جہانِ تازہ کا پیغام تھا جن کا ظہور — کھا گئی عصرِ کہن کو جن کا تیغ ناصبور
مردہ عالم زندہ جن کی شورشِ قم سے ہوا — آدمی آزاد زنجیرِ توہّم سے ہوا

غلغلوں سے جن کے لذّت گیر جن کے گوش ہیں ۔۔۔ کیا وہ تکبیر اب تک کے لیے خاموش ہیں؟

حکمت کا تقاضا ہے کہ آج امتِ مسلمہ آسمانی وزمینی حقائق کا ادراک کرے۔ قانونِ فطرت ہے کہ جو شے وقت اور زمانے کے تقاضوں سے اپنے آپ کو ہم آہنگ نہیں کرتی اس کی بقا ایک سوالیہ نشان بن جاتا ہے۔ قدرت کی مدد صرف ان کے ساتھ ہوتی ہے جو خود تبدیل ہونے کا ارادہ کرے:

ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتّی یغیر ما بانفسھم (الرعد ۱۱) ''اللہ کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا، جب تک وہ خود نہ بدلیں، جو ان کے دلوں میں ہے۔'' (الرعد ۱۳)

لہٰذا کو بدلتے ہوئے عالمی منظرنامے کے تناظر میں عظمتِ رفتہ کی بحالی کے لیے زمانی ومکانی حقائق کا سمجھنا انتہائی ضروری ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ آج ''اب یا کبھی نہیں'' (Now or Never) کا لمحہ آن پہنچا ہے:

صورتِ شمشیر ہے دستِ قضا میں وہ قوم
کرتی ہے جو ہر زماں اپنے عمل کا حساب (علامہ اقبال)

اگر اسلام کی نشاۃِ ثانیہ حقیقی معنوں میں ہماری منزل ہے؟ ''یقیناً ہے!'' اور ہمیں خلیفۃ الارض کی آفاقی ذمہ داریاں نبھانی ہیں ''یقیناً نبھانی ہیں!'' تو انہی قدروں اور روایات کو زندہ کرنا ہوگا جو ہمارے اسلاف کا طرّہ امتیاز تھا۔ بقول ابوالکلام آزاد: ''آج زلزلوں سے ڈرتے ہو کبھی تم خود ایک زلزلہ تھے، آج اندھیروں سے کانپتے ہو یاد کرو کہ تمہارا وجود خود ایک اجالا تھا، گھٹاؤں کا طوفان کیا ہے کہ تم نے بھیگ جانے کے ڈر سے پائنچے چڑھا لیے ہیں، وہ آخر تمہارے ہی اسلاف تھے جو سمندروں میں اُتر گئے، پہاڑوں کی چھاتیوں کو روند ڈالا، بجلیاں لپکیں تو ان پر مسکرائے، بادل گرجے تو قہقہوں سے جواب دیا، صرصر اٹھی تو رخ پھیر لیا، آندھیاں آئیں تو ان سے کہا لوٹ جاؤ، یہ ایمان کی جان کنی ہے کہ شہنشاہوں کے گریبانوں میں جھانکنے والے آج خود ہی گریباں کے تار بیچ رہے ہیں اور خدا سے اس درجہ غافل ہو گئے ہیں کہ جیسے اس پر کبھی ایمان ہی نہ تھا۔''

اور جس کی حسرت علامہ اقبال کو ہمیشہ رہی:

کون سی وادی میں ہے کون سی منزل میں ہے
عشقِ بلاخیز کا قافلۂ سخت جاں

ہمیں قوموں کی امامت کا الہامی فریضہ انجام دینا ہے، ہر شعبۂ زندگی، تہذیب وتمدن، دین وسیاست، تعلیم و تعلّم، سائنس وٹیکنالوجی، معیشت ومعاشرت اور حرب وضرب میں عظمتِ رفتہ کو بحال کر کے عظمتِ نو کا غازہ دینا ہے، آسمانی توقعات پر پورا اترنا ہے لہٰذا ہمیں ایک ہونا پڑے گا!!

یہی مقصودِ فطرت ہے یہی رمزِ مسلمانی ۔ اخوت کی جہانگیری، محبت کی فراوانی
بتانِ رنگ وخوں کو توڑ کر ملّت میں گم ہو جا ۔ نہ تورانی رہے باقی نہ ایرانی نہ افغانی

اگر یہی ہمارا عزم ہوگا، قدم سے قدم، پہلو سے پہلو ملا کر ہم آگے بڑھیں گے تو آسمانی طاقتیں ہمارے قدموں میں آنکھیں بچھائیں گی، ہوائیں ہمارے ایک اشارے پر حرکت میں آئیں گی، فرشتے گردوں سے ہماری مدد کے لیے اتریں گے، کائنات کی تمام دلآویزیاں ہمارے دستِ قدرت میں ہونگیں اور اگر خدانخواستہ ایسا نہ کر سکے تو خاکم بدہن یونہی قعرِ مذلت کے گھڑوں میں دھنستے جائیں گے، شیطانی قوتیں یونہی ہمیں تختۂ مشق بناتی رہیں گی اور اس وقت تک ہم نشانِ عبرت بنتے رہیں گے جب تک قدرت کو خود ہماری ناقابلِ برداشت حال پر رحم نہ آجائے!!

تاہم ایک اہم سوال اور بھی ہے اور وہ یہ کہ کیا امتِ مسلمہ کی صفوں میں انتشار، دینی، اخلاقی، فکری، سیاسی، معاشی، معاشرتی، تعلیمی، سائنسی؛ زوال وانحطاط کا اصل مجرم مغرب ہی ہے؟ کیا تمام تر ذمہ داری اس کے کندھوں پر ڈال دی جائے؟ لیکن شیطانی قوتیں تو ہر دور میں اسلام کے مقابلے میں برسرِ پیکار رہی ہیں؟

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغِ مصطفوی سے شرارِ بو لہبی

قرآن وحدیث سے روگردانی، ملوکیت، لادین جمہوریت، ہوسِ اقتدار، ہوسِ زر ومال شہرت وریا، تعلیم وتحقیق سے فرار، طوائف الملوکی، تفرقات، مسلکی طبقاتی تقسیم، مادہ پرستی، عیش وعشرت اور تن آسانی جیسی بے شمار وجوہات ہیں جس نے ہمیں عالمی طاقتوں کا دستِ نگر بنا دیا ہے جبکہ قدرتی آفات، خشک سالی، زلزلے اور مختلف اعلام وامراض عذابِ الٰہی کی غمازی کرتے ہیں۔

جو کرے گا امتیازِ رنگ وخوں مٹ جائے گا ۔ ترکِ خرگاہی ہو یا اعرابیِ والا گہر
نسل اگر مسلم کی مذہب پر مقدم ہوگئی ۔ ہوگیا دنیا سے تو مانندِ خاکِ رہ گزر

عیسائی، یہود وہنود مختلف المذہب، مختلف الرنگ، مختلف النسل، مختلف الاقوام ذاتی مفادات اور مسلمانوں کی تباہی کے لیے ''برائی'' کے نظریے پر ایک ہو سکتے ہیں تو ہم مسلمان، ایک قرآن ونبی ﷺ کے ماننے والے فطری نظریے وبناوٹ کے باوجود کہ ہماری بنیاد ہی ''سلامتی، خیر، نیکی'' ہے کیوں متحد نہیں؟ ہم آج کیوں منتشر اور دربدر ہیں؟ اس ادراک واحساس کے باوجود کہ:

اپنی ملت پر قیاس اقوامِ مغرب سے نہ کر ۔ خاص ہے ترکیب میں قومِ رسولِ ہاشمی ﷺ
ان کی جمعیت کا ہے ملک ونسب پر انحصار ۔ قوتِ مذہب سے مستحکم ہے جمعیت تیری

9/11 کے بعد دنیا حقیقتاً بہت بدل چکی ہے، عالمی امن کے لٹیرے نے ''صلیبی جنگ'' کا بطل بجا کر سابقہ

روایات و تاریخ دہرانے کی ٹھان لی ہے۔ امتِ مسلمہ کو خطرے کی گھنٹی دی جا چکی ہے جبکہ تہذیبی و ثقافتی جنگ تو کئی دہائیوں سے اہلِ مغرب نے کمال ہنر کاری سے شروع کر رکھی ہے۔ تقسیم کرو اور حکومت کرو کا حربہ آج بھی اپنی تمام تر فتنہ سامانیوں کے ساتھ استعمال کیا جا رہا ہے' افسوس یہ ہے کہ انہیں اس مقصد کے لیے ہماری ہی صفوں میں ''دلال'' بھی مل رہے ہیں۔

باغباں نے جب آگ دی آشیانے کو
جن پہ تکیہ تھا وہی پتے ہوا دینے لگے

اہلِ مغرب آج تمام تر مذہبی' فکری' لسانی' قومی و جغرافیائی مسائل کو چھوڑ کر مسلمانوں کے خلاف ایک قوت ''الکفر ملۃ واحدۃ'' کا روپ دھار چکا ہے۔ جبکہ ہمیں باضابطہ منصوبے کے تحت (ہماری نادانی سے فائدہ اُٹھا کر) فروعی' مسلکی' فرقہ وارانہ و دیگر متذکرہ بالا مسائل میں الجھا کر/لڑا کر تاخت و تاراج کیا جا رہا ہے۔ مغرب' امریکہ اور اس کے اتحادی جس طرح اسلامی ممالک کی عصمتوں کو تار تار کر رہے ہیں مقامِ عبرت ہے۔ مغربی ممالک خصوصاً امریکہ و اسرائیل نے عالمی معیشت کو خونی پنجوں میں جکڑ رکھا ہے اور انسانوں کا قتلِ عام کر کے اسلامی دنیا کے وسائل پر ناجائز قبضے کا حق تسلیم کروا رہا ہے۔ دیدہ و دانستہ مسلمانوں کو ''دہشت گردی'' کے نام پر بدنام کر کے اسلام اور اسلامی دنیا سے انسانیت کو متنفر کرنے کی شعوری کوششیں کی جا رہی ہیں۔ ڈنمارک اور یورپ کے دوسرے حصوں میں توہینِ رسالت پر پورا اہلِ کفر متفق نظر آیا' اس قبیح حرکت پر اہلِ کفر کی جانب سے ''اظہارِ رائے'' کے نام پر شیطانی قوتوں کا دفاع' مزید ترغیب و حوصلہ افزائی' کیا مغرب اور مغربی جمہوریت کی اصلیت پر مہریں ثبت نہیں کر رہا؟

اسی روایت کی توسیع میں لادین مغربی جمہوریت کی پنیری اب مسلم ممالک میں بھی کاشت کی جا رہی ہے۔ امن' انصاف' مساوات کے خوش کن اور طلسماتی نعروں کے ذریعے انسانیت خصوصاً مسلم امہ کو منافقت کی بھٹی میں جھونکا جا رہا ہے۔ ان تمام مقاصد کے لیے میڈیا کو کمال منصوبہ بندی' ہنرمندی کے ساتھ استعمال کیا جا رہا ہے۔

اقوامِ متحدہ امریکی لونڈی بن کر لیگ آف نیشنز کی روایت پر چل نکلی ہے' اسرائیل کے خلاف ۶۰ قراردادیں سرد خانے کی نذر ہو چکی ہیں تاہم عراق' افغانستان اور دیگر اسلامی ممالک بشمول پاکستان کے خلاف ہر قرارداد ا''قراردادِ مرگِ شیطان'' سمجھ کر پلک جھپکنے میں پاس اور منظور ہو کر نہ صرف شرمندۂ تعبیر ہو جاتی ہے بلکہ اسلامی معاشروں کو قتلِ ناحق' بھوک و افلاس' غربت و تنگدستی' کے ناگفتہ بہ عمل سے گزار کر نشانِ عبرت بنا دیتی ہے۔

علامہ اقبال نے کیا خوب کہا تھا:

من ازیں بیش نہ دانم کہ کفن دُزدہ چند
بہر تقسیمِ قبور انجمنِ ساختہ اند

حقیقت یہ ہے کہ آج مغرب کا کل نظامِ حیات مذہب سے بغاوت کر کے سیکولرزم کی انتہاؤں کو چھو رہا ہے، وہ انسان کو سکون و اطمینان دینے سے قاصر ہو چکا ہے، فطرت سے بغاوت، جنسی و فکری بے راہ روی، ہوس اقتدار و مادہ پرستی نے ان کے سینے سے انسان اور انسانی اقدار و روایات کی محبت کو یکسر نکال دیا ہے۔

ان قوتوں کا آسمانی صحائف، الہامی کتب کی بے حرمتی اور توہینِ انبیا پر بغلیں بجانا، شیطانی قوتوں کی پشت پناہی و حوصلہ افزائی کرنا، کیا امتِ مسلمہ کو یہ پیغام نہیں دے رہا کہ اہلِ مغرب کے ہاں مذہب کی کوئی اہمیت نہیں، لہٰذا ان کا اتباع تباہی و بربادی کے سوا کچھ نہیں؟

مانا کہ ہماری پچھلی چند صدیوں کی تاریخ قابلِ رشک نہیں اور اتار چڑھاؤ سے مالا مال ہے، یہ یقیناً نا قابلِ رشک حقیقتوں کا مجموعہ ہے، جس نے آج امتِ مسلمہ کو متذکرہ بالا جملہ مسائل کے خونی پنجوں میں دے دیا ہے لیکن کیا اب وقت نہیں آیا کہ علامہ اقبال کا خواب ''مسلمان کو مسلماں کر دیا طوفانِ مغرب نے'' شرمندۂ تعبیر ہو جائے؟ نشاۃِ ثانیہ حاصل کرنے کے لیے امتِ مسلمہ کو عقلی لحاظ سے آج کیا کرنا چاہیے؟ اس سوال کا جواب تلاش کرنا انتہائی ضروری ہے۔

قرآن و حدیث کی تعلیمات پر حقیقی عمل کے ساتھ ساتھ تمام مسلکی، فرقہ وارانہ، لسانی و جغرافیائی و دیگر تضادات و اختلافات کو افہام و تفہیم سے ختم کر کے/ پسِ پشت ڈال کر ملتِ اسلامیہ، امتِ واحدہ کے حقیقی تشخص کو زندہ کرنا ہوگا، جس طرح شاعرِ مشرق نے کہا تھا:

ہوس نے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہے نوعِ انساں کو	اخوت کا بیاں ہو جا محبت کی زباں ہو جا
یہ ہندی وہ خراسانی یہ افغانی وہ تورانی	تو اے شرمندۂ ساحل اچھل کر بے کراں ہو جا
غبار آلودۂ رنگ و نسل ہیں بال و پر تیرے	تو اے مرغِ حرم اڑنے سے پہلے پرفشاں ہو جا

OIC کو موثر و فعال بنا کر اتحادِ امّت کا دیرینہ خواب شرمندۂ تعبیر ہو سکتا ہے کیونکہ اسلامی ممالک کا اتحاد ''آتشِ رفتہ'' اور اسلام کی حقیقی ''عظمتِ رفتہ'' کی احیا کا حقیقی ضامن ہے، اس پلیٹ فارم سے جید علما و فقہائے امّت کے زریعے نہ صرف باہمی رواداری کو فروغ ملے گا اور ہر قسم کے اختلافات کا حل نکالا جا سکے گا بلکہ ''تہذیبوں کے درمیان گفتگو'' کا براہِ راست فکری دروازہ بھی کھل جائے گا۔ قومی و علاقائی زبانوں کا فروغ ایک حقیقت، تاہم اُمّہ کی سطح پر عربی زبان کا فروغ و تحفظ انتہائی ضروری ہے۔ یکساں نظامِ تعلیم، نصاب کو دینی و عصری، ملک و ملّت کی نظریاتی و جغرافیائی تقاضوں سے ہم آہنگ کر کے ملّی یکجہتی کے فروغ کا زریعہ بنانا چاہیے۔ دین و سیاست، معیشت و معاشرت، زراعت، صنعت و حرفت، سائنس و ٹیکنالوجی، عسکری و حربی غرض ہر شعبۂ حیات میں ایک دوسرے سے استفادے، حقیقی انحصار و تعاون کی روش کو اپنانے کا مثبت آغاز کیا جائے۔ مغرب کی مثبت روایات سے استفادہ ضروری

ہے تاہم یہ اسلامی فکر و فلسفہ سے اعراض کی قیمت پر نہ ہو۔اس کے لیے ہمیں علامہ اقبال کا یہ پیغام ہر مکتب و مدرسہ، کالج و جامعہ کے درودیوار پر کندہ کرنا ہوگا تا کہ ہر مسلمان بچہ و بچی اس کی پیغام کی عملی تصویر بن جائے:

قوّتِ مغرب نہ از چنگ و رباب نے زرقصِ دختران بے حجاب
نے ز سِحرِ ساحرانِ لالہ روست نے ز عریاں ساق و نے از قطعِ مُوست
محکمی او را نہ از لادینی است نے فروغش از خطِ لاطینی است
قوّتِ افرنگ از علم و فن است از ہمی آتش چراغش روشن است

نیٹو کی طرز پر امّہ فوج کا قیام اور عالمی و علاقائی مسائل پر ممکنہ حد تک یکساں مؤقف کی روایت اپنانے کو یقینی بنایا جائے۔سلامتی کونسل میں اُمّہ کی مستقل نمائندگی وقت کی اہم ضرورت ہے، اس کے ذریعے مسلمان ممالک کے خلاف منفی قوتوں کو لگام دیا جا سکتا ہے۔امہ کے قدرتی و دیگر وسائل، تجارت، درآمدات و برآمدات کے دروازے، مغرب کی بجائے مشرق کی طرف کھولنے کا مشکل مرحلہ حکمت و تدبّر سے سر کرنا ضروری ہے۔عوامی رابطے، وفود کے تبادلے، کھیلوں کی مشترکہ سرگرمیاں اور سب سے بڑھ کر اسلامی میڈیا، جو امہ کا حقیقی مقدمہ لڑ سکے، کا آغاز وقت کا اہم تقاضا ہے، مغربی جمہوریت کی بجائے اسلامی جمہوریت کی طرف سفر کا آغاز ''نشاۃ ثانیہ'' کا خواب شرمندۂ تعبیر کر سکتا ہے۔کہ یہی کامیابی کی کنجی ہے۔

پرونا ایک ہی تسبیح میں ان بکھرے دانوں کو
جو مشکل ہے تو اس مشکل کو آساں کر کے چھوڑوں گا

پاکستان کی سطح پر مختلف مکاتبِ فکر کا اجتماع فکری و عملی لحاظ سے ایک اہم کامیابی اور مثبت پیش رفت تھی، جس کی تجدید و توسیع امتِ مسلمہ کی سطح پر وقت کی اہم ضرورت ہے۔پاکستان، ایران اور افغانستان کی صورت میں اسلامی ممالک کا بلاک (حالیہ معاہدہ، ایک دوسرے کے خلاف اپنی سرزمین کا عدم استعمال) اور دوسرے اسلامی ممالک تک اس کی ممکنہ توسیع، اقبال، سید جمال الدین افغانی اور دیگر عظیم مسلم اکابرین کے خواب ہائے اتحاد اسلامیہ میں حقیقی رنگ بھر سکتا ہے، جس کی پیشن گوئی علامہ اقبال نے اس شعر میں کی تھی۔

تہران ہو گر عالمِ مشرق کا جنیوا
شاید کرۂ ارض کی تقدیر بدل جائے

علامہ اقبال کا خیال تھا کہ ہمسایہ اسلامی ممالک کے اتحاد سے جب عالم مشرق کے جنیوا (ایران) کو تازہ خون ملے گا، تو یقیناً اتحادِ امت اور اسلام کی نشاۃ ثانیہ کا خواب حقیقت کا روپ دھار سکے گا، ان ہمسایہ ممالک کے اتحاد میں پاکستان کو مرکزی حیثیت حاصل ہے اور اس جغرافیائی خطے سے اسلامی انقلاب کی پیشن گوئی شاہ عربِ و عجم ﷺ

نے بہت پہلے کی تھی، علامہ اقبال نے یہ اہم نکتہ ہمیں ان الفاظ میں یاد دلایا ہے:

یہ نکتہ سرگزشتِ ملتِ بیضا سے ہے پیدا
کہ اقوامِ زمینِ ایشیا کا پاسباں تو ہے

الحمدللہ "لاتقنطو من الرحمتِ اللہ" پر ہم مسلمانوں کا غیر متزلزل ایمان ہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ ہم مسلمانوں ہی نے شرافت و کامرانی کے گلستانوں کی آبیاری اپنے خونِ جگر سے کی، شجاعت و بہادری کی داستانیں قرطاسِ ارض پر سرِ قلم کر کے لکھیں، ہمارے عزم و ہمت کے سامنے فولادی چٹانیں ریزہ ریزہ ہوئیں، اللہ کے دشمنوں سے لڑتے ہوئے ہم نے دشت و دریا کی پرواہ کیے بغیر اسلام کا پرچم سربلند کیے رکھا، چشمِ فلک نے ہم سے زیادہ بردبار، کرم گستر، فراخ دل، نرم مزاج، محبت و شفقت کے حقیقی پیکر نہیں دیکھے، ہم نے جہالت کی بنجر وادیاں تعلیم و تعلم کی کھیتیوں سے سرسبز و شاداب کیں، ہم سے زیادہ علم دوست ارض و سما نے نہیں دیکھے، جہالت کے گھٹاٹوپ اندھیروں میں ہم ہی نے علم کے مینار روشن کیے۔ ظلمت کی طویل راتوں میں صداقت، امانت، عدالت اور شجاعت کی قندیلیں ہم نے روشن کیں، ہماری بہادری، اولوالعزمی کے قصے وقت نے دشت و دریا، کوہ و بیاباں کے رخساروں پر لکھے، سائنس و ٹیکنالوجی کی آرائش و زیبائش سے رخسارِ ارض و سما کو ہم نے مزین کیا، تاریخ کی کتابوں میں ایثار و قربانی کی عظیم داستانیں ہم نے تلوار کے قلم سے رقم کیں، دنیا کو عزم و ہمت، صبر و استقامت کا درس ہم نے دیا، علم و ادب تہذیب و ثقافت کے سبزہ زاروں کو ہم نے سیراب کیا، لہٰذا لیل و نہار کی گردشیں، حالات کی تبدیلیاں، ہمارے ارادوں کو متزلزل نہیں کر سکتیں، انشاء اللہ ایک بار پھر دخترِ کائنات ہماری محبتوں اور شفقتوں کی آغوش میں انگڑائیاں لیں گی، تاہم اس کے لیے ضروری ہے کہ امتِ مسلمہ اس فارسی شعر کی عملی تصویر و تفسیر بن جائے:

من تو شدم تو من شدی، من تن شدم تو جاں شدی
تا کس نہ گوید بعد ازیں من دیگر م تو دیگری

انشاء اللہ کرۂ ارض پر امتِ مسلمہ کا اتحاد عظمتِ رفتہ کی بازیافت اور اسلامی انقلاب اس صدی کی سب سے بڑی حقیقت ہوگی! یہ ربّ اللعالمین، رحمت اللعالمین ﷺ اور ماضی، حال اور مستقبل کے ہر مسلمان کی دلی آرزو ہے، جس کی پیشن گوئی دانائے راز نے ان اشعار میں کی تھی:

آسماں ہوگا سحر کے نور سے آئینہ پوش — اور ظلمت رات کی سیماب پا ہوجائے گی
اس قدر ہوگا ترنم آفریں بادِ بہار — نکہتِ خوابیدہ غنچے کی صدا ہوجائے گی
پھر دلوں کو یاد آجائے گا پیغامِ سجود — پھر جبیں خاکِ حرم سے آشنا ہوجائے گی
شب گریزاں ہوگی آخر جلوۂ خورشید سے — یہ چمن معمور ہو گا نغمۂ توحید سے

(09) مولانا سید حبیب اللہ شاہ حقانی

فضلائے حقانیہ کی تالیفی اور تصنیفی خدمات

مولانا سید حبیب اللہ شاہ حقانی' فضلاء حقانیہ کے علمی' ادبی' تحریری' تصنیفی اور تالیفی خدمات پر کام کر رہے ہیں۔۔علم و ادب' تحریر اور تصنیف و تالیف سے شغف رکھنے والے تمام فضلاء حقانیہ سے درخواست ہے کہ اپنا مختصر تعارف' خدمات اور تصنیفات و تالیفات کا تعارف مولانا موصوف کے نام بھیجیں تا کہ وہ اس عظیم تاریخی کام کو بہ سہولت آگے بڑھا سکیں۔

رابطہ ایڈریس : مولانا سید حبیب اللہ شاہ حقانی' رُکن القاسم اکیڈمی' جامعہ ابوہریرہ خالق آباد نوشہرہ ------- (ادارہ)

شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ المدنی مدظلہ

شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ المدنی دامت برکاتہم و فیوضہم کا نامِ نامی اسمِ گرامی کسی تعارف کا محتاج نہیں۔فضلائے حقانیہ میں آپ کی شخصیت اظہر من الشمس ہیں۔آپ کے اوصاف و کمالات' علمیت و قابلیت' تقویٰ وللّٰہیت' علمی رسوخ و بصیرتِ دین' ذوق و شوقِ مطالعہ' انابت الی اللہ و رقتِ قلبی' اتباعِ سنت و تعلق مع اللہ' عاجزی و انکساری' زہد و استغناء' دینی مدارس و معاہد اور طالبان و مجاہدین کی سرپرستی غرض کس کس پہلو سے پردہ اُٹھایا جائے۔ہر ایک وصف پر لکھا جائے تو سینکڑوں صفحات سیاہ ہو جائیں گے۔مگر احقر کو تو صرف تصنیفی و تالیفی خدمات اور مادرِ علمی جامعہ دارالعلوم حقانیہ سے تعلق کے متعلق لکھنا ہے اور اس کے لئے بھی حیران و پریشان کہ کیا لکھوں اور کیسے لکھوں ؟؟ .... ۔

کیسے الفاظ کے سانچے میں ڈھلے گا یہ جمال سوچتا ہوں کہ تیرے حسن کی توہین نہ ہو

ولادت باسعادت :

آپ ۱۱ر شعبان ۱۳۴۹ھ/۱۹۳۰ء میں مولانا قدرت شاہ بن مولانا عنبر شاہ بن مولانا میر ویس شاہ کے ہاں اکوڑہ خٹک میں پیدا ہوئے۔

خاندانی پس منظر : آپ کے اجدادِ کرام شاہانِ مغلیہ کے دور میں بخارا سے باجوڑ اور پھر باجوڑ سے ہشت نگر آئے۔

اجداد میں حضرت مولانا میر دلیس شاہ رحمہ اللہ بہت بڑے فقیہ گزرے ہیں، کنز الدقائق کے حافظ تھے، آپ نے حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ کے رفقاء کے ہمراہ جہاد میں حصہ لیا۔ غرض آپ کے خاندانی اکابر اعلائے کلمۃ اللہ اور احیائے سنت میں مصروف رہتے تھے اور اب حضرت شیخ مدظلہٗ اپنے آبائی واجدادی ورثے کے وارث وامین ہیں۔

ابتدائی تعلیم :

آپ کی ابتدائی تعلیم وتربیت اپنے والد ماجد مولانا قدرت شاہ کے ہاں ہوئی۔ نظمِ فارسی کی چند کتابیں حضرت مولانا عبدالرحیم سے پڑھیں۔ صرف ونحو کی ابتدائی کتابیں حضرت مولانا قاضی حبیب الرحمٰنؒ فاضلِ دیوبند سے پڑھیں۔

اعلیٰ تعلیم :

شیخ الجامعہ حضرت مولانا بادشاہ گلؒ سے کافیہ مع ترکیب' بدیع المیزان اور میبذی کے کچھ اسباق پڑھے۔ اور دوبارہ کافیہ' تحریر سنبٹ اور میبذی محدثِ کبیر شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رحمہ اللہ سے اس وقت پڑھیں جب آپ شعبان ۱۳۶۶ھ میں دارالعلوم دیوبند سے تعطیلات گزارنے گاؤں تشریف لائے تھے۔ اسی دوران حضرت شیخ مدظلہٗ اور مولانا قاضی انوار الدین مدظلہٗ سابق مدرس دارالعلوم حقانیہ وقاضی علاقۂ خٹک نے حضرت شیخ الحدیثؒ کے ساتھ جانے کا ارادہ ظاہر کیا جسے حضرت شیخ الحدیث نے قبول فرمایا، مگر اللہ کا کرنا تھا کہ اسی رمضان میں پاکستان آزاد ہوا، اور فسادات شروع ہوئے۔ آمدورفت کے راستے مسدود ہوگئے تو حضرت شیخ الحدیث کے پاس بعض طلبہ آئے جو دیوبند جانا چاہتے تھے مگر فسادات کی وجہ سے نہ جاسکے۔ انہوں نے حضرت شیخ الحدیث سے دورۂ حدیث پڑھانے کی فرمائش کی۔ جسے حضرت شیخ الحدیثؒ نے قبول فرمایا۔ یوں حضرت شیخ مدظلہٗ بھی دارالعلوم حقانیہ ہی میں حضرت شیخ الحدیثؒ کے زیرسرپرستی پڑھتے رہے۔ گویا آپ مدظلہٗ دارالعلوم حقانیہ کے اوّلین طلباء میں سے ہیں۔ حضرت مولانا عبدالغفور سواتی اور صدر المدرسین مولانا عبدالحلیم زروبوی اور دیگر اساتذہ سے بھی مختلف علوم وفنون میں استفادہ کیا۔

سنِ فراغت :

۱۳۷۳ھ میں محدثِ کبیر شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رحمہ اللہ سے دورۂ حدیث پڑھا۔ دورۂ حدیث کے امتحان میں اوّل رہے۔ دارالعلوم حقانیہ سے فراغت کے تقریباً تین ماہ آپ نے جامعہ اشرفیہ لاہور کے اساتذہ شیخ التفسیر مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ اور حضرت مولانا مفتی محمد حسنؒ بانی ومہتمم جامعہ اشرفیہ سے خوب استفادہ کیا۔

درس وتدریس : چونکہ آپ مدظلہٗ کو طالب علمی ہی سے حضرت شیخ الحدیثؒ کی شفقت ومحبت' اصلاح وتربیت اور نظرِ کرم حاصل تھی، تو فراغت کے بعد ۱۱رشوال ۱۳۷۳ھ بمطابق ۱۳راپریل ۱۹۵۴ء اپنی مادرِ علمی دارالعلوم حقانیہ میں

تقرری ہوئی۔ ابتدائی کتابیں بار بار پڑھائیں اور چند سالوں کے بعد مشکوٰۃ شریف ج ۱، موطائین، نسائی شریف، ابن ماجہ شریف، شمائل ترمذی اور شرح نخبۃ الفکر آپ کے زیرِ درس رہیں۔

مسندِ درس پر بیٹھ کر پھر استاد کے سامنے گھٹنے ٹیکنا بہت دل گردے کی بات ہے۔ مگر حضرت شیخ مدظلہٗ اب تک خود کو طالب علم سمجھ رہے ہیں۔ دورانِ درس بھی آپ نے ۱۳۷۸ء میں شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ سے ترجمہ وتفسیر پڑھی۔ استاذ الاساتذہ شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق مدظلہٗ بھی آپ کے رفیقِ درس تھے۔ پھر ۱۳۸۲ھ میں حافظ الحدیث حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستیؒ سے تفسیر میں استفادہ کیا اور سند حاصل کی۔ شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خانؒ سے بھی ترجمہ وتفسیر پڑھی۔ ردّ قادیانیت وعیسائیت اور فنِ مناظرہ کے اسباق مناظرِ اسلام مولانا لال حسین اختر رحمہ اللہ سے پڑھیں۔ ۲۰ سال درس وتدریس کے بعد محدثِ کبیر شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رحمہ اللہ کے مشورہ سے جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں ۱۳۹۳ھ کو داخلہ لیا اور وہاں پندرہ برس تک مختلف شعبہ جات میں استفادہ کرتے رہے۔ یہاں تک ماجستر اور دکتورا کی ڈگریاں نمایاں نمبرات سے حاصل کی۔ قیامِ جامعہ کے دوران مسلکِ احناف کا خوب دفاع فرماتے اور احناف پر کئے جانے والے اعتراضات کے جوابات دیتے۔ اس لئے آپ وہاں وکیلِ احناف کے نام سے مشہور تھے۔ آپ مدظلہٗ نے مسجد نبوی ﷺ میں درس وتدریس کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔

جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ سے فراغت کے بعد ۱۴۰۷ھ میں آپ کو جامعہ کی طرف سے دارالعلوم کراچی میں بطورِ استاد متعین کیا گیا، بعد میں آپ مدظلہٗ نے جامعہ احسن العلوم گلشن اقبال کراچی اور منبع العلوم میران شاہ میں بھی تدریسی خدمات انجام دیں اور بالآخر اپنی مادرِ علمی جامعہ دارالعلوم حقانیہ میں اپنے دیرینہ رفیق شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہٗ کی دعوت پر شوال ۱۴۱۷ھ میں تشریف لائے اور کتبِ حدیث پڑھانے میں بفضل اللہ اب تک معروف ہیں۔ آپ نے تحفظ عقیدۂ ختم نبوت میں بھی مجاہدانہ کردار ادا کیا اور ۱۹۷۷ء میں دو ماہ تک سنت یوسفی پر عمل کرتے ہوئے پابند سلاسل رہے۔

حضرت شیخ مدظلہٗ کو اکابر ومشائخ سے اجازتِ حدیث اور اعزازی سندات حاصل ہیں اور اب بھی اگر پتہ چلے کہ فلاں جگہ شیخ الحدیث ہیں اور ان کی سندِ عالی ہے تو باوجود ضعف ونقاہت کے سینکڑوں میل سفر کی صعوبت برداشت کر کے تشریف لے جاتے ہیں اور سند الاجازۃ حاصل فرماتے ہیں۔ ویسے ہی آپ کے چند مشائخ جنہوں نے اعزازی سندات سے نوازا ہے۔ ان کے اسماءِ گرامی درج ذیل ہیں :

شیخ عبدالکریم کردی صدر المدرسین مدرسہ قادریہ بغداد، شیخ محمود نذیر طرازی مدنی مدرس مسجد نبوی علی صاحب تحیۃ وسلام، حضرت مولانا عبدالرحمٰن کاملپوری، علامہ سید سلیمان ندوی، مولانا بدر عالم میرٹھی، مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی، مولانا رسول خان ہزاروی، مفتی محمد شفیع، مفتی محمود، مولانا محمد یوسف بنوریؒ، مولانا عزیر گل، مولانا نافع گل،

امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری، مولانا قاری محمد طیب، مولانا محمد علی جالندھری، شیخ الحدیث مولانا نصیر الدین غور غشتی، مولانا غلام غوث ہزاروی، علامہ شمس الحق افغانی، مولانا عبدالغنی، مولانا سرفراز خان صفدر رحمہم اللہ تعالیٰ ...... مولانا شریف اللہ مدظلہٗ اور مولانا عبدالحلیم چشتی مدظلہٗ۔

تصنیف وتالیف :

درس وتدریس، دعوت وتبلیغ اور جہاد فی سبیل اللہ کے میادین میں خدمت کے ساتھ ساتھ تصنیف وتالیف سے بھی رشتہ جوڑے رکھا اور کئی اہم کتابیں تصنیف فرمائیں جو رہتی دنیا تک قائم رہیں گی ان شاء اللہ۔

۱۔ تفسیر سورۂ کہف :

حضرت شیخ مدظلہٗ جب جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ (مدینہ یونیورسٹی) میں علمی پیاس بجھا رہے تھے تو ایم۔اے سال آخر میں مقالہ کے لئے سورۂ کہف کو منتخب فرمایا اور اس کی تفسیر اپنے مخصوص، نئے اور اچھوتے انداز میں کی۔ کہف کسے کہتے ہیں؟ واقعہ اصحابِ کہف، یہ غار کہاں واقع ہے؟ واقعۂ ذوالقرنین اور اس سے حاصل ہونے والی سبق و نصیحت، واقعۂ موسیٰ وخضر علیہما السلام، حیاتِ خضرؑ اور وفاتِ خضرؑ کے قائلین کے دلائل، دجال کون؟ کب؟ اور کہاں؟ دجالی فتنہ سے بچاؤ کے اسباب اور اسی طرح بیسیوں عنوانات قائم کر کے ایک تحقیقی، علمی اور تفسیری مقالہ شائع فرمایا ہے جو سینکڑوں صفحات پر مشتمل ہے۔ کئی مرتبہ کتابی شکل میں شائع ہوا۔ کتاب چونکہ عربی میں ہے اور استفادہ کا حلقہ صرف عربی دان ہے ضرورت ہے کہ اردو، انگریزی، پشتو اور فارسی میں بھی ترجمہ ہو تا کہ حلقۂ استفادہ پھیل جائے۔

۲۔ تفسیر حسن بصری :

امام حسن بصریؒ سید التابعین کے نام سے مشہور ہیں۔ آپ کی ماں اُم المؤمنین اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کی خادمہ تھیں۔ آپ انہیں کے گھر پیدا ہوئے اور اُم المؤمنین کے گھر اور گود میں آپ کی پرورش اور تربیت ہوئی۔ آپ بہت بڑے عالم، عابد اور زاہد تھے۔ آپ کی تفسیر بالماثور اولین تفاسیر میں شمار ہوتی ہے۔ تفسیر ابن عباسؓ، تفسیر مجاہد، تفسیر عکرمہ اور حسن بصری کی تفسیر یہ تمام دیگر تفاسیر کے لئے مرجع ہے۔

تاتاری جنگوں میں یہ تفسیر مفقود ہو گئی تھی۔ عالمِ اسلام کی عظیم یونیورسٹی جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ شعبہ دراساتِ علیا نے اس تفسیر کو معتمد و مستند تفاسیر سے دوبارہ جمع کرنے کے لئے دراساتِ علیا کے دو بڑے معتمد علماء کو یہ گراں قدر کام حوالہ کیا جس کے پہلے چودہ پارے مدینہ منورہ کے جلیل القدر عالم ڈاکٹر عمر یوسف کمال مدنی کو اور آخری سولہ پارے امام المجاہدین شیخ الحدیث والتفسیر مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ المدنی دامت برکاتہم کو حوالہ کئے گئے۔ دونوں حضرات نے چار سال کی طویل مدت میں اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اس عظیم خدمت کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔ حدیث

اور سیرت و تاریخ کے لاکھوں صفحات سے حضرت حسن بصریؒ کے تفسیری اقوال کو جمع فرمایا اور پھر رجال اسناد، روایت کی توثیق، اختلافی مسائل میں ترجیح راجح، فنِ تفسیر مین حسن بصری کا منہج، مفسرین میں آپ کا مقام، محدثین میں انکی روایات کا درجہ، صحابۂ کرامؓ کی صحبت میں پنج سالہ قیام، مواعظ، حضرت عمر بن عبدالعزیز کے نام مکاتیب، اور انکے لئے بیشار علمی، دینی، تبلیغی کارہائے نمایاں، تفسیری فوائد وعجائب کا خزینہ وگنجینہ ہے جوکئی مرتبہ پانچ جلدوں میں طبع ہو چکی ہے

۳۔ زبدۃ القرآن :

جیسا کہ لکھا گیا ہے کہ حضرت شیخ مدظلہٗ نے ولیٔ کامل شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی قدس سرہٗ سے ترجمہ و تفسیر پڑھا، دورانِ درس آپ اپنی شیخ کے امالی، افادات، قرآنی علوم و معارف اور علمی نکات کو لکھتے رہے۔ حضرت لاہوری کی تفسیر کا محور تفسیر بالاعتبار والتاویل ہے جو قرآن مجید کا لب لباب ہے۔ حضرت لاہوری کا طرزِ تفسیر اپنے استاد و مربی امام انقلاب حضرت مولانا عبیداللہ سندھی رحمہ اللہ کا ہوتا اور انہی کے طرز پر ترجمہ وتفسیر پڑھاتے۔

حضرت شیخ مدظلہٗ نے بعض مخلص احباب کی ترغیب وتشویق اور اصرار پر ۴۶ سال بعد ۱۴۲۳ھ میں اسے القاسم اکیڈمی سے افادۂ عام کے لئے شائع فرمائی۔

۴۔ زادالمنتہی شرح سنن الترمذی :

زادالمنتہی جامع السنن للترمذی کی عربی شرح ہے جو قائد ملت حضرت مولانا مفتی محمودؒ کے درسی افادات پر مشتمل ہے۔ حضرت مفتی صاحب نے اپنے درسِ ترمذی کے دوران خود اپنے قلم سے ترمذی پر حواشی، مختصر نوٹ، توضیحی تشریحی اور مختصر مگر جامع شرح لکھی۔ ابھی یہ سلسلہ جاری تھا کہ آپ سفرِ بیت اللہ کو جاتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پہنچ گئے۔ آپ کے لائق فرزند، فاضلِ حقانیہ حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب (امیر جمیعت علماء اسلام) نے اپنے عظیم والد کی عظیم علمی شرح کی ترتیب وتحقیق اور مراجعت واشاعت کے سلسلے میں شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ صاحب مدظلہٗ سے رابطہ کیا تو حضرت شیخ نے اپنی ہمہ تن توجہ مبذول فرمائی اور ترتیب وتدوین، تحقیق وتخریج کے بعد زیور طباعت سے آراستہ فرمائی۔

۵. مكانة اللحية في الإسلام :

حضرت شیخ مدظلہٗ کتاب کے سبب تالیف میں تحریر فرماتے ہیں : مسجدِ اقصیٰ کے سفر شوال ۱۳۸۶ھ کے دوران جب میں القدس مبارک کے ایک بازار میں جارہا تھا کہ مجھے ایک مسلمان نوجوان نے آواز ردی اے سکھ! تو میں خاموش رہا، گویا کہ میں نے اس کی آواز سنی ہی نہیں اور یہ کوئی پہلا واقعہ نہ تھا، بیت المقدس کی سرزمین پر میرے کانوں میں ایسی باتیں پڑگئیں اور اس سے سخت قسم کی باتیں میں نے بغداد اور عمان شہر کے راستوں میں سنی تھیں، اسی دوران اس مقدس

نوجوان نے پھر گرجدار آواز میں کہا تو میں حیران ہو گیا، اور کھڑا ہو گیا۔ ایک قدم آگے لیتا اور دوسرا قدم پیچھے کرتا اور متردد ہوا کہ اس سے بات کرلوں یا چشم پوشی اور اعراض کرلوں۔ اس لئے کہ اجنبی اور مسافر کو یہ زیب دیتا ہے کہ جھگڑوں اور مباحثوں سے دور رہے، تو تیسری مرتبہ اس نے پھر تیز آواز سے کہا، اے سکھ! ایک قدم آگے گیا تو ضمیر نے فتویٰ دیا کہ جب دینی شعائر کی توہین ہو، تو خاموش نہیں رہنا چاہئے بلکہ اس وقت خاموش رہنا کسی گونگے شیطان کی علامت ہے............تو اس سفر میں میں نے ارادہ کرلیا کہ ایک کتاب "مكانة اللحية في الإسلام" (اسلام میں ڈاڑھی کا مقام) کے عنوان سے لکھوں گا"۔

جیسا کہ نام سے ظاہر ہے کہ کتاب عربی زبان میں ہے اردو دان اور جدید تعلیم یافتہ طبقہ کے لئے اردو میں ترجمہ کی ضرورت محسوس کی جارہی تھی۔ احقر نے ترجمہ کے بارے میں اپنے شفیق و مہربان استاد حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی دامت برکاتہم سے عرض کیا تو آپ نے حضرت شیخ مدظلہ کے نام مکتوب گرامی تحریر فرمائی اور ترجمہ کی اجازت طلب کی گئی۔ حضرت شیخ مدظلہ نے تحریراً اجازتِ ترجمہ واشاعت مرحمت فرمائی۔ احقر نے اپنے محسن استاد حضرت حقانی صاحب مدظلہ کی نگرانی اور سرپرستی میں اردو ترجمہ کیا جسے حضرت شیخ مدظلہ نے دوبار اور حضرت حقانی صاحب مدظلہ نے ایک مرتبہ بنظرِ غائر اصلاح اور نظر ثانی فرمائی۔ ترجمہ پر حضرت شیخ مدظلہ اور حضرت حقانی صاحب مدظلہ نے وقیع تقاریظ بھی تحریر فرمائے۔ حضرت شیخ مدظلہ تحریر فرماتے ہیں :

"بندہ نے "اسلام میں داڑھی کا مقام" کا بالاستیعاب مطالعہ کیا ہے۔ ماشاء اللہ موصوف نے پوری امانت و دیانت سے عام فہم، سلیس اردو میں ترجمہ کرنے سے اس اہم موضوع سے استفادہ کے دائرہ کو وسیع تر کردیا ہے"۔

۶۔ ماقال استاذی علیٰ اصول الشاشی : جیسا کہ عرض کیا گیا ہے کہ حضرت شیخ مدظلہ ایک کامیاب مدرس اور شفیق اتالیق ہیں۔ آپ کا ہر درس سینکڑوں طلباء قلم وقرطاس سے محفوظ کرتے ہیں۔ "ماقال استاذی علیٰ اصول الشاشی" آپ مدظلہ کی اصولِ فقہ کی مشہور کتاب اصوال الشاشی کی تقریر ہے، جسے حضرت شیخ کے شاگرد مولانا محمد یعقوب خان نے مرتب کی ہے، اور طلباء وعلماء کے افادہ کے لئے شائع کی ہے۔

۷۔ تقریر ہدایۃ النحو :

ہدایۃ النحو علمِ نحو کی مشہور کتاب ہے۔ درسِ نظامی میں شاملِ نصاب اور درجۂ ثانیہ میں پڑھائی جاتی ہے۔ چند سال قبل اصول الشاشی کی طرح ہدایۃ النحو بھی حضرت شیخ مدظلہ کے زیر درس رہی۔ حضرت مولانا عرفان الحق حقانی صاحب مدرس جامعہ دارالعلوم حقانیہ نے انہی دروس کو کیسٹوں میں ریکارڈ کروایا۔ اس کے بعد حضرت مولانا امین الحق گستوئی (مصنف عجائب قرآن) کے صاحبزادے مولانا ظاہر شاہ حقانی نے اسے حضرت شیخ کی اجازت سے کیسٹوں سے نقل کیا ہے اور اب کمپوزنگ کے مراحل سے گزر رہی ہے۔ اللہ کرے حضرت شیخ مدظلہ کے اور کتابوں کی درسی تقاریر

بھی زیورِ طباعت سے آراستہ و پیراستہ ہوں۔

۸۔ختم نبوت پر امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی مایہ ناز تقریر :

امیر شریعت حضرت سید عطاء اللہ شاہ بخاری اکوڑہ خٹک تشریف لائے اور ختم نبوت کے موضوع پر شاندار خطاب فرمایا تھا، جسے حضرت شیخ مدظلہ نے قلم بند کر کے شائع فرمایا۔ بعدازاں یہی تقریر ''خطباتِ امیر شریعت'' مرتبہ مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی میں بھی اور گنجینۂ علم و عرفان میں بھی شائع ہوئی۔

۹۔گنجینۂ علم و عرفان:

گنجینۂ علم و عرفان حضرت شیخ مدظلہ کے انقلابی اور مؤثر خطبات (جو آپ نے مختلف مواقع پر جامعہ ابو ہریرہ میں فرمائے ہیں) علمی، تاریخی اور تحقیقی مقالات' مختلف موضوعات پر جامع مضامین' مولانا عبدالقیوم حقانی مدظلہ کے نام وقیع مکاتیب' ادبیات اور منظومات اور دلچسپ سفرناموں کا بہترین مجموعہ ہے، جسے حضرت حقانی صاحب مدظلہ کے لائق فرزند حافظ محمد طیب حقانی (ناظم دفتر جامعہ ابو ہریرہ و فاضل جامعہ دارالعلوم حقانیہ) نے ترتیب دی ہے۔ علماء' طلباء' خطباء' عامۃ المسلمین' اربابِ علم و قلم اور مطالعاتی ذوق رکھنے والے احباب کے لئے ایک نادر علمی سوغات ہے۔

۱۰۔خطبات و بیاناتِ جمعہ :

حضرت شیخ مدظلہ کا وعظ و تقریر اپنی مثال آپ ہے۔ آپ دور دراز دینی اجتماعات میں لوگوں کی دعوت پر تشریف لے جاتے ہیں اور قرآن و سنت اور اسلاف اُمت کے کارناموں کی روشنی میں بیان فرماتے ہیں۔ سارا مجمع شاعر کے اس شعر کا مصداق ہوتا ہے ....

دیکھئے تقریر کی لذت کہ جو اس نے کہا　　میں نے یہ جانا کہ گویا یہ بھی میرے دل میں ہے

آپ کئی سالوں سے جامع مسجد فاطمہؓ اکوڑہ خٹک میں جمعہ سے قبل خطاب فرماتے ہیں، جسے سننے کے لئے دور دراز سے عوام الناس' علماء اور طلباء تشریف لاتے ہیں۔ انہی بیانات و مواعظِ جمعہ کو حضرت شیخ مدظلہ کے تلمیذِ رشید مولانا محمد راشد حقانی نورانی نے جمع کرنا شروع کیا ہے۔ یہ کتاب بھی کمپوزنگ کے مراحل سے گزر رہی ہے، جو کئی جلدوں پر مشتمل ہوگی۔

دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت شیخ مدظلہ کا سایہ ہم فقیر طالب علموں پر تادیر قائم رکھے اور آپ کا فیض مزید چاردانگ عالم میں پھیلے۔ (آمین)

یقیناً دارالعلوم حقانیہ اپنے اس عظیم علمی اور روحانی فرزند پر رہتی دنیا تک فخر کرتی رہے گی۔

مولانا مفتی مختار اللہ حقانی *

ادھار کی صورت میں زیادہ قیمت پر مختلف ممالک کی کرنسی کی بیع کا شرعی جائزہ

بخدمت جناب مفتی صاحب جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک نوشہرہ۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

مودبانہ گزارش ہے کہ ۲۲ر جمادی الاول ۱۴۳۱ھ مطابق ۷ مئی ۲۰۱۰ء بروز جمعۃ المبارک روزنامہ مشرق اخبار کے اسلامی صفحہ پر ''آپ کے مسائل اوران کا شرعی حل'' کے عنوان کے تحت ایک فتویٰ شائع ہوا ہے' جس کو من وعن یہاں نقل کیا جاتا ہے۔

ڈالر مہنگا ادھار فروخت کرنا اور مہلت کی وجہ سے پیسے بڑھانا۔

سوال: ایک ضرورت مند صراف سے ڈالر خریدتا ہے اگر ڈالر کی موجودہ قیمت مثلاً چوراسی روپے ہے تو وہ ایک ماہ کے ادھار پر نوے روپے میں خریدتا ہے اور صراف کو ایک ماہ بعد طے شدہ قیمت نوے روپے کے حساب سے پاکستانی کرنسی دیتا ہے یوں صراف فی ڈالر چھ روپے کماتا ہے' اور توجیہ یہ کرتے ہیں کہ جنس تبدیل ہوجاتی ہے حالانکہ بین الاقوامی اصول کے مطابق تمام ممالک کی کرنسیاں ایک ہی جنس ہے' اوران کے قدر میں کمی وبیشی کے عوامل اور ہیں' مثلاً درآمدات برآمدات' عالمی بینک کے ساتھ سونا بطور سیکورٹی رکھنا کرنسی کی چھپائی کی مقدار وغیرہ وغیرہ۔

۲۔ دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ جب میعاد پوری ہوتی ہے اور مقروض کے پاس رقم نہ ہو تو صراف پرچی لکھ کر اس کو ایک ماہ اور میعاد ومہلت دیتا ہے اور چھ روپے فی ڈالر کماتا ہے جبکہ اس معاملہ میں مقروض اور صراف کے درمیان رقم کی کوئی لے دے نہیں ہوتی۔

۳۔ تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ جب میعاد پوری ہوتی ہے اور مقروض کے پاس آدائیگی کی رقم نہ ہو تو صراف اس کو مزید ڈالر چھ روپے مہنگا دے دیتا ہے اور مقروض اس کو پاکستانی کرنسی میں تبدیل کر کے اپنا سابقہ قرض ادا کرتا ہے اور یوں اس پر چھ روپے فی ڈالر اس کا قرض مزید بڑھ جاتا ہے گویا صراف اس میں رقم کی لے دے کا حیلہ کرتا ہے' ان مسائل

* استاذ شعبہ تخصص فی الفقہ والافتاء جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

کے بارے میں شرعی حکم کیا ہے کیونکہ یہ کاروبار بہت زور وشور سے جاری ہے۔ (عبدالباقی صراف)

جواب: یہ تینوں معاملات سود پر مشتمل ہونے کی وجہ سے ناجائز اور حرام ہیں۔ ہر ملک کی کرنسی الگ جنس ہے مثلاً پاکستان کی کرنسی ایک جنس ہے، سعودی کرنسی الگ جنس ہے، ڈالر جدا جنس ہے وغیرہ لیکن قدر ان تمام کرنسیوں کا ایک ہے اور سب میں مشترک ہے جب جنس جدا ہے اور قدر ایک ہے تو مختلف ممالک کی کرنسیوں کا آپس میں اگر ہاتھ در ہاتھ ہو تو مارکیٹ نرخ سے کمی بیشی کی گنجائش ہے لیکن اگر ادھار کا معاملہ ہو تو جائز نہ ہوگا لہٰذا ڈالر اگر چوراسی روپے کا ہے تو ایک دن یا ایک ماہ کے ادھار پر نوے (چوراسی سے زیادہ) پر اس کی خرید و فروخت جائز نہیں یہ سود ہے اسی طرح اگر وہ مقررہ تاریخ تک قرض واپس نہ کر سکے تو مہلت کی وجہ سے نرخ بڑھانا یا کوئی حیلہ اختیار کر کے قرض بڑھانا بھی سود ہی ہے" (نقل از روزنامہ مشرق)

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ واقعی ڈالر کو ادھار پر فروخت کرنا سود ہے، اور ان کرنسیوں میں اتحاد قدر کی وجہ سے ادھار ناجائز وحرام ہے؟

اس طرح اس امر کی وضاحت بھی فرمائیں کہ کرنسی نوٹ کیسے رائج ہوئے یعنی کرنسی نوٹ کا تاریخی پس منظر کیا ہے؟ مہربانی فرما کر تفصیلی تحریر فرمائیں تاکہ جملہ شبہات ختم ہو جائے۔ یکے از خدام علماء کرام اندر شہر پشاور شہر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب وباللہ التوفیق

کرنسی نوٹوں کا تاریخی پس منظر:

زمانہ قدیم میں اشیاء کا تبادلہ اشیاء کے ساتھ ہوا کرتا تھا، یعنی ایک چیز دے کر اس کے بدلے میں دوسری چیز لی جاتی تھی، بعد میں دوسرا نظام رائج ہوا جسے زر بضاعتی کا نظام کہا جاتا تھا، اس نظام میں لوگوں نے مختلف مخصوص اشیاء کو بطور ثمن مقرر کیا جس کے ذریعے اشیاء کا تبادلہ ہوتا تھا۔ بعد میں لوگوں نے سونے چاندی کو تبادلے کا ذریعہ بنایا، ابتداء سونے چاندی کے ٹکڑوں سے تبادلہ ہوتا تھا، پھر ان کے سکے بنائے گئے۔ سونے کے سکے کو دینار اور چاندی کے سکے کو درہم کا نام دیا گیا، پھر بعض مشکلات کے پیش نظر سناروں اور صرافوں نے ان کے پاس بطور امانت سونا، چاندی کے سکے رکھنے والوں کو وثیقہ کے طور پر ایک کاغذی رسید جاری کر دیا جو بعد میں اعتماد زیادہ ہونے کی وجہ سے بیع وشراء کے لئے بطور ثمن استعمال ہونے لگے۔ ۱۸۰۰ء کے اوائل میں ان رسیدوں نے ایک خاص شکل وصورت اختیار کر لی جیسے بینک نوٹ کا نام دیا جانے لگا۔ اس وقت ان کاغذی نوٹوں کے بدلے میں سو فیصد اتنی مالیت کا سونا، چاندی بینک میں موجود ہوتا تھا، اور بینک اس امر کا پابند تھا کہ وہ صرف اتنے نوٹ جاری کرے جتنا اس کے پاس سونا موجود ہے،

۱۸۳۳ء میں جب بینک نوٹ کا رواج زیادہ ہوا تو حکومت نے اس کو زر قانونی قرار دیا' ہر قرض لینے والے پر یہ لازم تھا کہ وہ اپنے قرض کے بدلے ان نوٹوں کو اس طرح قبول کرے گا جس طرح سونے' چاندی کے سکوں کو قبول کرتا ہے' ان نوٹوں کی اجراء کی اجازت صرف حکومت کے ماتحت چلنے والے مرکزی بینک کو ہوا کرتی تھی۔

اس کے بعد ترقیاتی منصوبوں کی تکمیل میں مشکلات کے پیش نظر حکومتوں نے مجبوری کے تحت سونے کی مقدار سے زیادہ نوٹ جاری کر دیئے تا کہ حکومتی ضروریات پورا کرنے میں ان کو استعمال کرے' چنانچہ ان نوٹوں کی پشت پر سونے کی مقدار آہستہ آہستہ کم ہونے لگی' رفتہ رفتہ جب اس زر اعتباری کا رواج بڑھنے لگا' تو ملک میں پھیلے ہوئے نوٹوں کی تعداد ملک میں موجود سونے کی مقدار سے کئی گناہ زیادہ ہوگئی تو حکومتوں نے رفتہ رفتہ نوٹوں کو سونے سے تبدیل کرنے کی ممانعت کر دی آخر کار ۱۹۷۶ء میں بین الاقوامی مالی فنڈ نے سونے کے بدل کے طور پر ایک زر مبادلہ نکلوانے کے حق کا نظریہ پیش کیا۔ اس نظریہ کا حاصل یہ ہے کہ وہ مختلف ممالک کی کرنسی کی ایک معین مقدار غیر ملکی قرضوں کی ادائیگی کے لئے نکلوا سکتے ہیں اور مقدار کی تعین کے لئے ۸۸۸ ۶۷۱ گرام سونے کو معیار مقرر کیا گیا (کہ اتنی مقدار کا سونا جتنی کرنسی کے ذریعے خریدا جاسکتا ہو اتنی کرنسی ایک ملک نکلوا سکتا ہے۔ لہذا اب صورتحال یہ ہے کہ زر مبادلہ نکلوانے کا یہ حق جیسے اختصار کے لئے' ایس' ڈی' آر کہا جاتا ہے۔ سونے کی پشت پناہی کا مکمل بدل بن چکا ہے۔

(ماخوذ از فقہی مقالات ا/ ۱۵ تا ۲۱۔ مصنف مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب)

چنانچہ اسی طرح اب سونا مروجہ کرنسی کے دائرہ سے بالکل خارج ہو چکا ہے اور اب سونے کا کرنسی سے کوئی تعلق باقی نہیں رہا' اور ان نوٹوں نے پوری طرح سونے کی جگہ لے لی ہے۔ اب نوٹ نہ سونے کی نمائندگی کرتے ہیں اور نہ چاندی کی بلکہ خود ایک فرضی قوت خرید کی نمائندگی کر رہے ہیں۔

کرنسی نوٹ کی تعریف:

اس لئے کرنسی نوٹ کی تعریف مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مد ظلہ علامہ سید احمد بیگ الحسینی کے حوالہ سے یوں کرتے ہیں۔ بینک نوٹ ایک کرنسی نوٹ ہے۔ جس کے حامل کو مطالبے کے وقت اس نوٹ کی حقیقی قیمت دے دی جائے گی۔ اور ان نوٹوں کے ساتھ بھی اسی طریقے پر لین دین کیا جاتا ہے جس طرح دھات کی کرنسی کے ذریعہ کیا جاتا ہے۔ البتہ یہ نوٹ مضمون ہوتے ہیں یعنی اس کے بدل کی ضمانت دی جاتی ہے' تا کہ لوگ اس کے لین دین پر اعتماد کریں

(فقہی مقالات ا/۲۲)

کرنسی نوٹوں کے بارے میں اختلاف رائے:

لہذا مذکورہ بالا تعریف کی رو سے کہ حامل کو مطالبے کے وقت اس نوٹ کی حقیقی قیمت ادا کر دی جائے گی۔ یہ الفاظ اس بات پر دال ہیں کہ یہ نوٹ قرض کی سند ہے۔ اسی لئے بہت سارے علماء نے گزشتہ صدی میں ان نوٹوں کے بارے

میں قرض کے دستاویز ہونے کا فتویٰ دیا۔ اور اسی بناء پر ان حضرات کے نزدیک ان نوٹوں سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی تھی۔

لیکن اسی زمانہ میں دوسرے علماء کرام کی ایک بڑی جماعت نے ان کاغذی نوٹوں کو ثمن عرفی قرار دیا' اسی وجہ سے ان حضرات کے ہاں ان نوٹوں پر زکوٰۃ بھی واجب ہوتا تھا۔ اور ان سے زکوٰۃ بھی ادا کرنا جائز تھا۔

علامہ احمد ساعاتی اور ہندوستان کے علامہ عبدالحئی لکھنویؒ کے شاگرد رشید مولانا فتح محمد لکھنویؒ ان نوٹوں کے بارے میں یہی رائے رکھتے تھے' اور ان کے بیٹے مولانا مفتی سعید احمد لکھنوی کا کہنا ہے کہ علامہ عبدالحئی لکھنوی بھی اس مسئلہ میں والد صاحب کے موافق تھے' ماخوذ از فقہی مقالات ۱/۲۵)

اگرچہ اختلاف زمانہ کے اعتبار سے دونوں آراء اپنی اپنی جگہ درست اور صحیح ہیں اس لئے کہ ان کرنسی نوٹوں میں انقلابات گزر چکے ہیں' ابتداء میں یہ نوٹوں رسید اور ایک دستاویز کی حیثیت رکھتے تھے۔ بعد میں ان نوٹوں نے زر قانونی کی حیثیت اختیار کرلی۔

علامہ تقی عثمانی مدظلہ نے لکھا ہے بہر حال مندرجہ بالا بحث سے واضح ہوگیا کہ فقہی اعتبار سے یہ نوٹ اب قرض کی دستاویز کی حیثیت نہیں رکھتے ہیں بلکہ فلوس نافقہ (مروجہ سکوں) کی طرح یہ علامتی کرنسی کی حیثیت اختیار کر گئے ہیں۔ (فقہی مقالات ۱/۲۹)

مروجہ نوٹوں کی حیثیت:

اب جب نوٹوں کے بارے میں معلوم ہوا کہ ان کی حیثیت ثمن عرفی اور فلوس نافقہ کی ہے' ان کی ایک خاص قوت خرید ہے' اس لئے اہل علم حضرات نے ایک ملک کے مختلف سکے اور کرنسی نوٹ کو ایک ہی جنس قرار دیا ہے اور مختلف ممالک کے سکوں اور کرنسی نوٹوں کو مختلف الاجناس قرار دیئے ہیں۔

چنانچہ علامہ تقی عثمانی مدظلہ فرماتے ہیں: پھر غور کرنے سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ ایک ملک کے مختلف سکے اور کرنسی نوٹ ایک ہی جنس ہیں اور مختلف ممالک کرنسیاں مختلف الاجناس ہیں (فقہی مقالات ۱/۳۸)

اور دوسرے مقام پر فرماتے ہیں: البتہ اگر یہ نوٹ مختلف الجنس ہوں جیسے پاکستانی روپیہ' سعودی ریال' ایرانی تومان' امریکی ڈالر یہ سب آپس میں مختلف الاجناس ہیں اسی وجہ سے ان کے نام' ان کے پیمانے اور ان سے بنائی جانے والی اکائیاں بھی مختلف ہوتی ہیں (تقریر ترمذی ۱/۱۴۵۔۱۴۶)

یہاں تک تو مروجہ کرنسی کی حیثیت معلوم ہوئی' اس وقت عام مارکیٹ میں کرنسی کا تبادلہ عام ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ اس کاروبار کی شرعی حیثیت کیا ہے۔ اور استفتاء کے جواب جو ادھار پر اس کاروبار کے بارے میں جو سود اور ناجائز ہونے کی تصریح کی گئی ہے تو کیا واقعی ایسا ہے یا نہیں۔

ربا القرآن اور ربوالحدیث

ربو کا معنی ہے زیادتی اگر چہ یہ لفظ پانچ قسم کے معانی کے لئے مستعمل ہے لیکن زیادہ تر یہ لفظ دو معنوں کے لئے استعمال ہوتا ہے ایک ربو النسیۃ کے لئے اور دوم ربوالفضل کے لئے ۔ رابوالنسیۃ کی تعریف یہ ہے کہ هو القرض المشروط فیه الاجل و زیارة مال علی المستقرض 'اس کو ربوالقرآن بھی کہتے ہیں اور ربوالفضل کی تعریف یہ ہے کہ دو ہم جنس چیزوں میں آپس کے تبادلے کے وقت کمی زیادتی کرنا اس کو ربوالحدیث بھی کہتے ہیں۔

اس وجہ سے یہ ہے کہ پہلی قسم کے ابا کو قرآن پاک نے حرام قرار دیا ہے اور دوسری قسم کے ربا کو حدیث پاک نے حرام قرار دیا ہے۔

اموال ربویہ میں حرمت ربا کی علت:

ربا التفاضل اور ربا النسیۃ کی حرمت کی علت کیا ہے؟ تو اس بارے میں فقہا کرام کا اختلاف ہے رسول اللہ ﷺ نے کاروباری ربا کے بارے میں چھ چیزوں کا ذکر فرمایا ہے

چنانچہ حضرت عبادۃ بن صامتؓ سے روایت ہے کہ

قال رسول الله ﷺ الذهب بالذهب مثلاً بمثل والفضة بالفضة مثلاً بمثل والتمر بالتمر مثلاً بمثل والبر بالبر مثلاً بمثل والملح بالملح مثلاً بمثل والشعير بالشعير مثلاً بمثل فمن زاد واز داد فقد اربى (جامع ترمذی ج ا ص ۳۶۵)

اس روایت میں آنحضرت ﷺ نے مذکورہ چھ چیزوں میں باہمی تبادلہ کی صورت میں تفاضل (زیادتی) اور نسیہ (ادھار) دونوں کو ناجائز قرار دیا ہے۔ چنانچہ بعض تابعین حضرات کی رائے یہ ہے کہ سود کا یہ حکم صرف ان چھ اشیاء کے باہمی تبادلہ کے ساتھ خاص ہے۔ لیکن جمہور اہل علم کے ہاں یہ حکم صرف ان چھ اشیاء کے ساتھ خاص نہیں بلکہ دوسری چیزوں کے باہمی تبادلے کی صورت میں بھی تفاضل اور نسیئہ حرام ہے۔ اور یہ حکم معلول بعلۃ ہے۔

چنانچہ امام اعظم ابوحنیفہؒ کے ہاں وہ علت قدر اور جنسیت میں اتحاد ہے لہٰذا جب وہ ہم جنس اشیاء کی باہمی تبادلہ ہو رہا ہو اور دونوں مکیلی یا موزونی ہوں تو اس میں تفاضل اور نسیہ دونوں حرام ہے' اور اگر دونوں اوصاف میں سے ایک وصف معدوم ہو یعنی دونون کا جنس مختلف ہو یا قدریت میں اختلاف ہو تو پھر اس صورت میں تفاضل جائز ہے البتہ نسیہ (ادھار) حرام ہے اور اگر دونوں اوصاف معدوم ہوں تو پھر تفاضل اور نسیہ دونوں جائز ہیں۔

چنانچہ صاحب ہدایہ فرماتے ہیں:

الربا محرم فی کل مکیل او موزون اذا بیع بجنسه متفاضلاً فالعلة عندنا الکیل مع

الجنس او الوزن مع الجنس قالؒ ویقال القدر مع الجنس وھو اشمل

(الھدایۃ ۵/۲/۷۲ اباب الربا مکتبہ البشری کراچی)

اسی طرح مزید لکھتے ہیں:

واذا عدم الوصفان الجنس والمعنی (القدر) المضمون الیه حل التفاضل والنساء لعدم العلة المحرمة والاصل فیه الاباحة واذا وجدا حرم التفاضل والنساء لوجود العلة واذا وجداحدھما وعدم الاخر حل التفاضل وحرم النساء (الھدایۃ ۵/۷۷ ا/باب الربا مکتبہ البشری کراچی)

دوسرے مقام پر لکھتے ہیں: ویجوز بیع الحفنة بالحنفنتین والتفاحة بالتفاحتین لأن المساواة بالمعیار ولم یوجد فلم یتحقق الفضل قال العلامہ عبدالحی بالمعیار أی بالکیل والوزن ولم یوجد اذ لاکیل فی الحفنة والحفننتین والتفاحة والتفاحتین (الھدایۃ مع حاشیہ ۵/۷۶ ا باب الربا)

وعلته ای علة تحریم الزیادة القدر المعھود بکیل اووزن مع الجنس ماوجد حرم الفضل ای الزیادة والنساء بالمدالتاخیر . وان عدما حلا کھروی بمرویین لعدم العلة فبقی علی أصل الاباحة وان وجد احدھما ای القدر وحده او الجنس حل الفضل وحرم النساء

(الدرالمختار علی صدر ردالمحتار ۵/۱۷۲)

علامہ ظفر احمد عثمانی نے لکھا ہے۔ولما قالو ان العلة فی تحریم الربا ھو الکیل والوزن قالو یجوز التفاضل فیما لایدخل تحت الکیل والوزن وقالو بجواز الحفنة بالحفتین والتفاحة بالتفاحتین

(اعلاء السنن ۱۴/۲۶۱)

والاولی ان یقال ان علة ربا الفضل ھو الکیل اوالوزن مع اتحاد الجنس

(اعلاء السنن ۱۴/۲۷۳)

جبکہ امام شافعیؒ کے ہاں طعم یا ثمنیت کا پایا جانا ہے جبکہ جنس کا تبادلہ جنس کے ساتھ ہو اس لئے کہ ان اشیاء میں چار چیزوں کا تعلق طعم سے ہے۔اور دو کا تعلق ثمن سے ہے۔

امام مالکؒ کے ہاں حرمت کی علت اقتیاۃ اور ادخار مع الثمنیۃ ہے۔

لہذا مذکورہ بالا علل جب پائے جائیں تو ان ائمہ کرام کے ہاں وہ معاملہ سودی ہوگا۔

مروجہ کرنسی کی حیثیت:

مروجہ کرنسی کی حیثیت جیسا کہ ماقبل میں ذکر ہو چکا ہے کہ ان کی حیثیت فلوس نافقہ کی ہے اور معدودات کے قبیل سے ہے یعنی عددی ہے قدری نہیں اس کے علاوہ ایک ملک کی تمام اقسام کی کرنسی جنس واحد یعنی ایک جنس ہے اور

مختلف ممالک کی کرنسیاں مختلف الاجناس ہیں اور یہ اختلاف جنس حکمی ہے اس لئے کہ ہر ملک کی کرنسی کی قیمت خرید اور قوت الگ الگ ہے یہی وجہ ہے کہ ہر ملک کی کرنسی کا نام بھی الگ ہے مثلاً امریکی ڈالر برطانیہ کا پونڈ' سعودی ریال پاکستانی روپیہ وغیرہ۔

اب جب مختلف ممالک کی کرنسیاں مختلف الاجناس ہیں اور اسکے علاوہ تمام کرنسیاں عددی بھی ہیں۔ جس میں حرمت ربا کی علت اتحاد قدر موجود نہیں ہیں تو دونوں اوصاف مختلف ممالک کی کرنسیوں کے تبادلے موجود نہیں ہیں اس لئے اس میں تفاضل بھی جائز ہے اور نسیا بھی جائز ہے اس لئے کہ اس تبادلے میں حرمت ربا کے دونوں اوصاف مفقود ہیں اور جہاں دونوں اوصاف موجود نہ ہوں تو وہاں تفاضل اور نسیا دونوں جائز ہیں۔

فلوس نافقہ میں بیع سلم:

اس کے علاوہ فقہاء کرام نے کتب فقہ میں اس بات کی تصریح کردی ہے کہ فلوس نافقہ جیسے آج کل کرنسی سے تعبیر کیا جاتا ہے میں بیع سلم جائز ہے: جیسا کہ علامہ کاسانیؒ نے لکھا ہے۔

واما السلم فی الفلوس عدداً فجائز عند ابی حنیفة و ابی یوسف (بدائع الصنائع ۲۰۸/۵)

اور علامہ ابن ہمامؒ فرماتے ہیں **وکذا فی الفلوس عدداً ای یجوز السلم فی الفلوس عددا ھکذا ذکر محمد فی الجامع من غیر ذکر خلاف فکان ھذا ظاھر الروایة عنه** (فتح القدیر ۲۰۹/۶)

سونے چاندی کی بیع کرنسی کے ساتھ:

اسی طرح سونے چاندی کی بیع کرنسی کے ساتھ بھی تفاضل اور نسیاء کے ساتھ جائز ہے اور یہ بیع صرف میں داخل نہیں ہے **کما قال العلامه السرخسی بیع الفلوس بالدراھم لیس بصرف** (المبسوط ۲۴/۱۴)

مگر دونوں طرح کے عقود میں احد البدلین پر مجلس عقد میں قبضہ متحقق ہو جانا ضروری ہے تاکہ بیع الکالی بالکالی یعنی بیع الدین بالدین لازم نہ آئے۔

دور حاضر کے اہل علم کے فتاویٰ:

اور اسی پر دور حاضر کے بہت سارے اہل علم کا فتویٰ ہے چنانچہ چند فتاویٰ جات ملاحظہ ہوں۔

☆ جناب مولانا احسان اللہ شائق صاحب لکھتے ہیں:

دو ملکوں کی کرنسی چونکہ مختلف الاجناس اشیاء میں داخل ہے اس وجہ سے ان کے نام کی اکائیاں وغیرہ مختلف ہوتی ہیں جب دونوں کی جنس مختلف ہے تو ایک ملک کی کرنسی کو دوسرے ملک کی کرنسی سے کمی زیادتی کے ساتھ فروخت کرنا جائز ہے اور اسکا کاروبار کرنا بھی جائز ہے' البتہ یہ ضروری ہے کہ مجلس عقد میں دونوں فریقوں میں سے کسی ایک فریق کا متبادل کرنسی پر قبضہ ہو جائے اگر کسی ایک فریق کا متبادل کرنسی پر قبضہ ہو جائے اگر کسی ایک فریق کا بھی مجلس عقد

میں متبادل کرنسی پر قبضہ نہ ہوا بلکہ معاملہ کر کے دونوں فریق بعد میں ادائیگی کے وعدہ پر جدا ہو گئے تو یہ جائز نہیں کیونکہ اس میں افتراق دین بدین لازم آتا ہے جو کہ حدیث کی رو سے ممنوع ہے۔

(فقہ المعاملات یعنی جدید معاملات کی شرعی احکام جلد اول ۱۳۹)

اسی طرح فتاوی بنیات میں ہے چونکہ ایک ملک کا روپیہ دوسرے ملک کے روپیہ سے الگ جنس ہے اسلئے ایک ملک کا روپیہ یا نوٹ کو دوسرے ملک کے روپیہ یا نوٹ سے کمی وبیشی کے ساتھ خرید وفروخت کرنا جائز ہے۔

(فتاویٰ بینات ۴/۱۱۳)

☆ علامہ سیف اللہ رحمانی لکھتے ہیں: دوملکوں کی کرنسی نوٹ کو ہمارے زمانے کے علماء نے دو علیحدہ جنس قرار دیا ہے اور چونکہ یہ ناپی یا تولی جانے والی چیز نہیں اور قدر و قیمت میں کافی تفاوت پائے جانے کی وجہ سے ان کو ایسی چیز بھی شمار نہیں کیا جاسکتا جو شمار کی جاتی ہیں' اور ان کے افراد میں باہم کوئی قابل لحاظ تفاوت نہیں' (عددی متقارب) اس لئے اب دو ملکوں کی کرنسیاں جنس اور قدر ہر دو لحاظ سے مختلف ہیں اور ایسی دو چیزوں میں نقد و ادھار تبادلہ ہو سکتا ہے لہذا یہ جائز ہے کہ ایک ملک کی کرنسی کا دوسرے ملک کی کرنسی سے اس طرح تبادلہ کیا جائے کہ ایک کی طرف سے نقد اور دوسرے کی طرف سے ادھار ہو۔ (جدید فقہی مسائل ۲/۲۶۲)

☆ اسی طرح علامہ مفتی تقی عثمانی صاحب لکھتے ہیں:

جب مختلف ممالک کی کرنسیاں مختلف الاجناس ہو گئیں تو ان کے درمیان کمی زیادتی کے ساتھ تبادلہ بالاتفاق جائز ہے لہذا ایک ریال کا تبادلہ ایک روپے سے بھی کرنا جائز ہے' پانچ روپے سے بھی۔

میرے نزدیک حکومت کے مقرر کردہ بھاؤ کی مخالفت کرتے ہوئے کمی زیادتی کے ساتھ تبادلہ کرنے میں سود لازم نہیں آئے گا اس لئے دونوں کرنسیاں جنس کے اعتبار سے مختلف ہیں' اور مختلف الاجناس کے تبادلہ میں کمی زیادتی جائز ہے اور اس کمی زیادتی کی شرعاً کوئی حد مقرر نہیں بلکہ یہ فریقین کی باہمی رضامندی پر موقوف ہے' پھر ایک ہی ملک کے کرنسی نوٹوں کے درمیان تبادلے کے وقت اگرچہ کمی زیادتی تو جائز نہیں لیکن یہ بیع صرف بھی نہیں ہے' کیونکہ کرنسی نوٹ خلقۃ ثمن نہیں ہیں بلکہ یہ ثمن عرفی یا اصطلاحی ہیں اور بیع صرف کے احکام صرف خلقی اثمان (سونے' چاندی) میں جاری ہوتے ہیں اس لئے مجلس عقد میں دونوں طرف سے قبضہ شرط نہیں البتہ امام ابوحنیفہؒ اور امام ابویوسف کے نزدیک کم از کم ایک طرف سے قبضہ پایا جانا ضروری ہے اس کے بغیر یہ معاملہ درست نہ ہوگا (فقہی مقالات ۱/۲۸ تا ۴۰)

اور علامہ صاحب آگے مزید وضاحت کے ساتھ لکھتے ہیں:

اب سوال یہ ہے کہ کرنسی کا ادھار معاملہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جیسا کہ تاجروں اور عام لوگوں میں اس کا رواج ہے کہ وہ ایک ملک کی کرنسی دوسرے شخص کو اس شرط پر دے دیتے ہیں

کہ تم اس کے بدلے میں اتنی مدت کے بعد فلاں ملک کی کرنسی فلاں جگہ پر دینا مثلاً زید عمر کو سعودی عرب میں ایک ہزار ریال اور یہ کہے کہ تم اسکے بدلے میں مجھے پاکستان میں چار ہزار پاکستانی روپے دے دینا تو یہ معاملہ جائز ہے یا نہیں؟ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک یہ معاملہ جائز ہے اس لئے کہ ان کے نزدیک اثمان کی بیع میں بیع کے وقت ثمن کا عقد کرنے والے کی ملکیت میں ہونا شرط نہیں لہذا جب جنسین مختلف ہوں تو ادھار کرنا جائز ہے' چنانچہ شمس الائمہ سرخسیؒ لکھتے ہیں:

واذا اشتریٰ الرجل فلوسا بدراهم ونقد الثمن ولم تكن الفلوس عند البائع فالبيع جائز لان الفلوس الرائجة لمن كالنقود وقد بينا ان حكم العقد فى الثمن وجوبهاو وجودها معاولايشترط قيامها فى ملك بائعها الصحة العقد كمالا يشترط ذلك فى الدراهم والا نانير

(المبسوط اللسرخسى)

اگر کسی شخص نے دراھم کے بدلے فلوس خریدے اور اس نے دراھم بائع کو دے دیئے لیکن بائع کے پاس اس وقت فلوس موجود نہیں تھے تو یہ بیع درست ہو جائے گی۔ اس لئے کہ مروجہ سکے ثمن کے حکم میں ہوتے ہیں' اور ہم یہ بیان کر چکے ہیں کہ ثمن پر عقد کرنے کا حکم یہ ہے کہ وہ ثمن (مشتری کے ذمے) واجب بھی ہو جائے اور موجود بھی ہو لیکن ثمن کا بائع کی ملکیت میں ہونا شرط نہیں جس طرح دراھم اور دینار کی بیع کے وقت ان کا ملک میں ہونا ضروری نہیں۔ لہذا اس صورت میں یہ بیع بثمن موجل ہو جائے گی جو اختلاف جنس کی صورت میں جائز ہے اور اس معاملے کو بیع سلم میں بھی داخل کر سکتے ہیں اور اکثر فقہاء فلوس میں ''بیع سلم'' کو جائز بھی قرار دیتے ہیں اس لئے کہ سکے ایسے غیر متفاوت عددی ہیں جو وزن اور صفت وغیرہ بیان کرنے سے متعین ہو جاتے ہیں حتی کہ امام محمدؒ جو ایک فلس کی بیع دو فلسوں سے ناجائز کہتے ہیں ان کے نزدیک بھی سکوں میں بیع سلم جائز ہے۔ (فقہی مقالات ۱/۴۱-۴۲)

خلاصہ:

کلام یہ ہے کہ مروجہ کرنسی کی حیثیت فلوس نافقہ کی ہے اور ایک ملک کی مختلف کرنسی متحد الجنس ہیں اور مختلف ممالک کی کرنسیاں مختلف الاجناس ہیں اور ان کرنسیوں کا تعلق معدودات سے ہیں۔ چونکہ مختلف ممالک کی کرنسیوں میں اختلاف الجنس کے ساتھ قدر والی صفت بھی مفقود ہے اس لئے مختلف ممالک کی کرنسیوں کا باہمی تبادلہ تفاضل (زیادتی) اور نسیاء (ادھار) کے ساتھ جائز ہے اور یہی بات مفتی بہ ہے۔

هذا ماظهر لى والله اعلم

مختار اللہ حقانی

خادم ودار الافتاء دار العلوم حقانیہ

یکم جولائی ۲۰۱۰

مولانا مفتی غلام قادر نعمانی

’’فقہی سیمینار‘‘ اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان

اسلامی نظریاتی کونسل نے بمورخہ ۲، ۳ جون ۲۰۱۰ء میں ایک فقہی تحقیقی سیمینار کا اہتمام کیا تھا جس کا ایجنڈا ربا (سود) سے متعلق چند سوالات تھے اس سیمینار کے مندوب جناب شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ سربراہ جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک تھے لیکن کثرت مصروفیات کی بناء پر انہوں نے بندہ کو سیمینار میں حاضری کا حکم فرمایا، چنانچہ حسب تعمیل حکم بندہ مقررہ تاریخ پر سیمینار میں شریک ہوا اور اپنا مقالہ بھی سیمینار میں پیش کیا۔ (نوٹ: سیمینار کا اصل موضوع پاکستانی بینکنگ تھا)

سیمینار میں کیا کچھ کہا گیا اور کیا کچھ سنا گیا یہ تفصیلی بات ہے لیکن میں مختصر طور پر اس کا خلاصہ پیش کرتا ہوں۔

جب اجلاس کا آغاز ہوا تو معلوم ہوا کہ مجلس کا اصل مقصد بینکنگ ہے۔ اجلاس کے بعض شرکاء نے اس پر بہت زور دیا کہ ’’موجودہ بینکنگ نظام شرعی اور اسلامی ہونا چاہیے‘‘

اور یہ بھی کہا گیا کہ دلائل میں صرف قرآن وحدیث کافی ہے (یعنی فقہ کی ضرورت نہیں)

اور اس پر بہت سارے دلائل پیش کئے گئے لیکن دو دلیلیں بہت شدومد سے پیش کی گئیں۔

<u>دلیل نمبر ۱:</u> حرمت سود کا اصل اور بنیاد ظلم ہے چنانچہ آیت کریمہ ارشاد ہے

وان تبتم فلکم رؤوس اموالکم لاتظلمون ولا تظلمون.

چونکہ اس آیت کریمہ میں واضح فرمایا گیا ہے کہ تم اپنے راس المال کی واپسی میں کسی کے ساتھ ظلم نہ کرو یعنی راس المال سے زیادہ رقم نہ لو، اور تم پر بھی ظلم نہیں کیا جائے گا۔ یعنی تمہارا راس المال تمہیں پورا دیا جائے گا۔ اور اس میں کمی نہیں کی جائے گی تو اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ حرمت رباء کا اصل اور علت ظلم ہے تو جہاں ظلم ہو وہاں ربا حرام ہوگی، اور اس کے برعکس اگر ظلم نہ ہو تو پھر ربا حلال ہونا چاہیے۔

اس دلیل سے ضمناً یہ بات معلوم ہوگئی کہ موجوہ بینکنگ میں فرد اپنی مرضی سے سرمایہ جمع کرتا ہے اور بینک والے ان کو اپنی مرضی سے نفع دیتے ہیں، نہ سرمایہ جمع کروانے والے پر جبر ہوتا ہے، اور نہ نفع دینے والے پر کسی قسم کا اکراہ ہوتا ہے، لہٰذا موجودہ پاکستانی بینکوں میں حرمت رباء کی وجہ (ظلم) نہیں ہے۔ لہٰذا یہ جائز ہونا چاہیے۔

<u>مذکورہ استدلال میں خدشات:</u>

مذکورہ آیت کریمہ سے جو استدلال کیا گیا ہے۔ یہ چند وجوہات کی بناء پر درست نہیں ہے

۱: رباء کی حرمت منصوص، قطعی اور دائمی ہے نہ معلل بعلۃ ہے اور نہ کسی وقت اور زمانہ کے ساتھ خاص ہے، جبکہ مذکورہ استدلال میں اس حرمت کو علت (ظلم) کے ساتھ خاص کیا گیا ہے جو کہ درست نہیں ہے۔

۲: آیت کریمہ میں لاتظلمون و لا تظلمون سے پہلے یہ الفاظ مذکور ہے کہ
وان تبتم فلکم رؤوس اموالکم یعنی جولوگ ربا (سود) سے توبہ کر کے رجوع کرتے ہیں تو ان کے لئے سود لینا تو حرام ہے لیکن اپنا سرمایہ واپس لینا حرام نہیں ہے۔ ان کو اپنا سرمایہ واپس دینے میں مدیون ان کے ساتھ ظلم نہیں کرے گا' بلکہ ان کو اپنا سرمایہ پورا ادا کرے گا۔ اور آیت کریمہ کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ جبر و اکراہ کی صورت میں ربا حرام ہے اور اگر جبر و اکراہ نہ ہو بلکہ اپنی مرضی سے لینا اور دینا ہو تو پھر حلال ہے۔

۳: مذکورہ استدلال میں ظلم کو جبر و اکراہ کے ساتھ خاص کیا گیا ہے یہ تخصیص بھی درست نہیں ہے کیونکہ ظلم کے معنی کا ایک وسیع مفہوم ہے اور جبر و اکراہ اس مفہوم کا ایک قسم ہے پورا مصداق نہیں ہے۔ چنانچہ ظلم کا متعارف معنی بین الناس عدل و انصاف کے خلاف کام کرنے کا نام ہے اور ربا بہرصورت انصاف کے خلاف ہے اور وہ اس طرح کہ مالک کا سرمایہ بہرصورت محفوظ رہتا ہے اور حفاظت کے ساتھ ساتھ مالک کو ایک متعین مقدار میں نفع بھی حاصل ہو جاتا ہے جبکہ اس کے بالمقابل عامل (سرمایہ استعمال کرنے والا) کو بعض اوقات تو نفع ہوتا ہے لیکن بسا اوقات عامل کاروبار میں خسارے کا شکار ہو جاتا ہے جس سے اس کی محنت بھی برباد ہوتی ہے اور سرمایہ کا ذمہ دار بھی رہتا ہے اور یہ انصاف نہیں ہے کہ ایک شخص کو بلا محنت نفع بھی ملے اور اس کا سرمایہ بھی محفوظ رہے' اور اس کے بالمقابل دوسرے شخص کی محنت بھی ضائع ہو اور سرمائے کے خسارے کا بھی ذمہ دار ہو اور نفع اور نقصان دونوں میں برابر کے شریک ہو چونکہ رباء ہرصورت میں عدل و انصاف کے خلاف ہے لہٰذا ظلم کے زمرے میں شامل ہے چاہے ظلم کم ہو یا زیادہ۔

۴: اگر رباء کو ظلم یعنی جبر و اکراہ کے ساتھ خاص کیا جائے تو اس دور میں کوئی بھی ظالم اپنے ظلم کو ظلم نہیں سمجھتا بلکہ ظلم کو انصاف کا نام دیتا ہے تو عام لوگ ظلم کو عین انصاف کہیں گے اور یہ ظلم در ظلم ہے لہٰذا ان وجوہات کی بناء پر یہ استدلال درست نہیں ہے۔

دلیل نمبر۲: دوسری دلیل جو بعض شرکاء مجلس نے بینکنگ کے جواز کے لئے پیش کیا اس کا حاصل یہ ہے کہ حدیث شریف میں رباء سے متعلق چھ اشیاء کا ذکر ہے۔

الذھب بالذھب والفضۃ بالفضۃ

ان چھ چیزوں میں موجودہ کرنسی کا ذکر نہیں ہے اور نہ کرنسی میں حرمت رباء کی علت پائی جاتی ہے لہٰذا رباء کا حکم کرنسی میں جاری نہیں ہونا چاہیے کیونکہ کرنسی (نوٹ) درحقیقت ایک کاغذ ہے جو قوت خرید کی نمائندگی کرتا ہے تو اگر ایک شخص نے کسی اور کو نوٹ دیا تو درحقیقت انہوں نے قوت خرید کا ایک سند دیا تو واپسی کے وقت قوت خرید (قیمت) کی رعایت کی جائے گی کاغذ کی ظاہری ملکیت کی نہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ نوٹ کی قیمت روز بروز کم ہوتی چلی جارہی ہے اگر واپسی

میں بھی وہی مقدار (تعداد) واپس کیا جائے تو اس صورت میں قرض دہندہ پر ظلم ہے وہ اس طرح کہ جس وقت یہ شخص قرض روپیہ دے رہا تھا' تو اس وقت مثلاً ایک سال پہلے ایک ہزار روپیہ سے جو سامان خریدا جا سکتا تھا اب وہ مقدار نہیں خریدا جا سکتا تو معلوم ہوا کہ قوت خرید کم ہوگئی تو قوت خرید کے لحاظ سے قرض دہندہ خسارے میں پڑ گیا تو اس ظلم سے نجات کا راستہ یہ ہے کہ قرض دہندہ کے لئے ایک سال بعد واپسی کی صورت میں مزید اضافہ (سود کی صورت میں دیا جائے) یہ سود درحقیقت اس قوت خرید کی کمی کا صلہ ہوگا اور حقیقی شرعی سود کے حکم میں نہیں ہے۔

مذکورہ استدلال نمبر ۲ کئی وجوہات کی بناء پر درست نہیں:

پہلے تو یہ بات قابل تسلیم نہیں کہ نوٹ کی اپنی کوئی حیثیت نہیں ہے اور یہ قوت خرید کے سند' ے طور پر ہے بلکہ نوٹ خود ثمن عرفی ہے اور ابتدائی ادوار میں نوٹ سونے اور چاندی کی نمائندگی کرتی تھی' اس لحاظ سے اس پر یہ لکھا جاتا تھا کہ مطالبہ کے وقت حامل ہذا کو حکومت اتنی رقم ادا کرے گی تو پہلے اس کی پشت پر باقاعدہ سونا چاندی تھا اور یہ سونے اور چاندی کے رسید کے طور پر استعمال ہوجاتا تھا تو تاریخ بتا رہا ہے کہ نوٹ ابتدا میں سونے چاندی کی رسید تھی' قوت خرید سے عبارت نہیں تھا جب رسید پر لوگوں کو اعتماد زیادہ ہوا تو لوگوں نے سونے اور چاندی کو چھوڑ کر رسید پر اپنا کاروبار شروع کیا اور اس کو ثمن عرفی کی نگاہ سے دیکھا گیا۔

اب اس کو قوت خرید کے درجہ میں شمار کرنا کئی وجوہات کی بناء پر درست نہیں۔

نمبر ا: پہلی وجہ یہ ہے کہ اگر یہ قوت خرید سے عبارت ہے تو پھر قوت خرید میں اشیاء کی تعیین کرنا مشکل ہوگا' مثلاً ایک شخص کہے گا کہ میں آٹے کی قیمت کا اعتبار کرتا ہوں' لہٰذا مجھے آٹے کی قیمت کے حساب سے زیادہ رقم دیا جائے اور اس کا بالمقابل دوسرا شخص یہ کہے گا کہ میں نمک کی قیمت کے اعتبار سے ادائی کروں گا۔ دوسرا شخص یہ کہے گا کہ میں سونے کی قیمت کے اعتبار سے زیادہ رقم کا مطالبہ کرتا ہوں' لہٰذا مجھے سونے کی قیمت کے اعتبار سے رقم دیا جائے اور اس کے بالمقابل دوسرا یہ کہے گا کہ میں چاندی کی قیمت کے اعتبار سے ادائیگی کروں گا۔ تو ہمیشہ کے لئے لین دین میں نزاع جاری رہے گا اور پھر اس کا حل نکالنا ممکن نہ ہوگا۔ اب اگر قوت خرید میں مختلف اشیاء کا تعیین کر دیا جائے تو شرعی اعتبار سے یہ فیصلہ کون کرے گا کہ قوت خرید میں سونے کی قیمت معتبر ہے یا نمک وغیرہ کی۔ علاوہ ازیں اگر یہ تسلیم کیا جائے تو پھر بینکنگ کے نظام میں شرح سود ہمیشہ کے لئے متعین رہتا ہے مثلاً ۱۵ یا ۲۰ فیصد اور اشیاء کی قیمتوں میں دن بدن اتار چڑھاؤ جاری رہتا ہے۔ لہٰذا نوٹ کو قوت خرید سے تعبیر کرنا درست نہیں بلکہ نوٹ خود سونے اور چاندی کے متبادل ثمن عرفی کی حیثیت اختیار کر کے اس پر وہی احکام جاری ہوں گے جو سونے اور چاندی پر جاری ہوتے تھے۔

مثلاً نمبر ا: نوٹ سے خرید و فروخت۔ ۲: نوٹ سے زکوٰۃ ادا کرنا۔ ۳: نوٹ کے بدلے زیادہ نوٹ لینے کا سود کے حکم میں داخل ہونا۔ ۴: نوٹ کے ذریعے دین (قرض) کا ادا ہونا وغیرہ۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ اس نظریہ کا حاصل یہ ہے کہ ادائیگی میں مثلیت باعتبار قیمت حقیقت معتبر ہونی چاہیے۔ صرف قیمت

اسمیہ میں مثلیت کا اعتبار درست نہیں۔ شرعی نقطہ نظر سے جائزہ لیا جائے تو بات اس کے برعکس ہے' شرعاً قرض کی ادائیگی میں مقدار میں مثلیت کا اعتبار رہے' حقیقی قیمت میں مثلیت کا اعتبار نہیں۔ مثلاً کسی نے گندم قرض لی' جب واپسی کا وقت آیا تو وہ گندم کی اتنی مقدار ہی واپس کرے گا۔ خواہ قیمت کم ہو یا زیادہ؟ اس بات پر کہ اعتبار مقدار کا ہونا ہے' حقیقی قیمت کا نہیں ایک واضح دلیل حضرت ابن عمرؓ کی حدیث ہے' جس کا حاصل یہ ہے کہ یہ ''نقیع'' میں اونٹ بیچا کرتے تھے' کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ بیع دراہم پر ہوتی اور ادائیگی دنانیر میں ہوتی' اور کبھی بیع دنانیر میں ہوتی اور ادائیگی دراہم میں ہوتی' اس کے بارے میں آنحضرت ﷺ سے سوال کیا گیا تو آپ نے اس شرط کے ساتھ اجازت دے دی کہ ادا کے دن کی قیمت کے مطابق ہو (ابوداؤد' کتاب البیوع ۳/۲۵)

اس سے معلوم ہوا کہ ذمے میں تو اس چیز کی مقدار واجب ہوئی ہے جس پر بیع ہوتی تھی' پھر اداء کے وقت اس دن کی قیمت کے لحاظ سے تبادلہ ہوسکتا ہے۔ معلوم ہوا کہ دیون میں جو چیز واجب ہوتی ہے وہ دیون کی مقدار ہے نہ کہ قیمت' اگر قیمت واجب ہوتی ہے تو وجوب کے دن کی قیمت کے لحاظ سے تبادلہ ہوتا۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ اموال ربویہ میں شریعت نے حقیقی مماثلت کو ضروری قرار دیا ہے اس لئے شریعت نے اموال ربویہ میں مجازفۃ کو جائز نہیں قرار دیا۔ اور ادائیگی کو'' قیمتوں کے اشاریئے کے ساتھ وابستہ کرنے میں مجازفۃ لازم آتی ہے' اس لئے کہ یہ بات پہلے واضح ہو چکی ہے کہ'' قیمتوں کا اشاریہ'' تخمینی ہوتا ہے۔

رہا یہ اشکال اشکار کہ نوٹ کی قوت خرید کم ہونے کے بعد بھی نوٹوں کی اتنی ہی مقدار واپس کرنا جتنی لی تھی' قرض خواہ پر ظلم ہے' اس کے جواب کے لئے درجہ ذیل باتیں ذہن میں رہنا مفید ہے'

الف: روپے کی قدر کم ہونے میں مستقرض کے بھی کسی فعل کا دخل نہیں' لہٰذا اس کی ذمہ داری اس پر ڈالنا اس پر ظلم ہے۔

ب: کسی کو رقم دینے کی دو صورتیں ہیں' ایک یہ کہ کسی کے منافع میں شریک ہونے کے لئے کسی کو رقم دی جائے تو منافع میں شریک ہونے کا طریقہ قرض نہیں' بلکہ شرکت یا مضاربت ہے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ ہمدردی کے لئے کسی کو قرض دیا جائے' ہمدردی کے لئے کسی کو قرض دینا بالکل ایسے ہی ہے جیسے اپنے پاس رقم محفوظ کرلی جائے' اگر قرض دینے والا اپنے پاس رقم محفوظ رکھتا تو قدر میں کمی کا کوئی بھی ذمہ دار نہیں تھا' یہاں بھی کوئی ذمہ دار نہیں ہوگا۔

ج: اگر انڈیکسیشن (قیمت کے اشاریئے) صحیح اصول ہے' تو یہ بنکوں کے کرنٹ اکاؤنٹ میں بھی جاری ہونا چاہیے۔ حالانکہ کرنٹ اکاؤنٹ میں اسے کوئی بھی جاری نہیں کرتا ہے۔

د: افراط زر کی صورت میں جیسے زیادہ ادائیگی کو ضروری سمجھا جاتا ہے تو تفریط زر کی صورت میں ادائیگی میں کمی بھی ہونی چاہیے' حالانکہ اس کا کوئی بھی قائل نہیں تو معلوم ہوا کہ نوٹ مستقل ثمن عرفی ہے اور یہ قوت خرید کے تابع نہیں ہے۔

جناب شفیق الدین فاروقی

دارالعلوم کے شب وروز

دارالعلوم کے نئے تعلیمی سال ۳۲_۱۴۳۱ھ ۱۱_۲۰۱۰ء کے داخلوں کا شیڈول

درس نظامی

درجات	ایام	تاریخ
تمام درجات کے قدیم طلباء (اعدادیہ تادورہ حدیث)	ہفتہ	۹شوال بمطابق ۱۸ستمبر ۲۰۱۰ء
جدید دورہ حدیث	اتوار	۱۰شوال ر 19 ستمبر ۲۰۱۰ء
جدید دورہ حدیث و موقوف علیہ	پیر	۱۱رشوال 20 ستمبر ۲۰۱۰ء
تکمیل_سادسہ_خامسہ	منگل	۱۲ رشوال 21 ستمبر ۲۰۱۰ء
رابعہ_ثالثہ_ثانیہ	بدھ	۱۳رشوال 22 ستمبر ۲۰۱۰ء **افتتاح**
اولی_متوسطہ_اعدادیہ	جمعرات	۱۴رشوال 23 ستمبر ۲۰۱۰ء

شعبہ حفظ

درجہ حفظ میں داخلہ کے خواہشمند طلباء کی درخواستیں ۱۵ رمضان سے ۱۱رشوال بمطابق ۲۰ستمبر تک دفتر اہتمام میں جمع کی جائیں گی۔حفظ کے خواہشمند طلباء کا ٹیسٹ اورانٹرویو وغیرہ ۱۲، ۱۳شوال بمطابق ۲۱، ۲۲ستمبر بروز منگل صبح 9:00 کو دارالعلوم حقانیہ میں ہوگا ۔(امسال شعبہ حفظ کا داخلہ دارالعلوم حقانیہ کی تعلیمی کمیٹی اور دارالحفظ کے اساتذہ کی مشترکہ نگرانی میں ہوگا)۔صرف وہ امیدوار درخواست دیں جو قرآن ناظرہ سے پڑھ چکے ہوں۔عمر ۱۳ سال سے متجاوز نہ ہو۔دو پارے پہلے سے یاد کرنے والوں کو ترجیح دی جائے گی۔

درجہ تخصص فی الفقہ الاسلامی والافتاء و تخصص فی الحدیث

درجہ تخصص فی الفقہ الاسلامی والافتا وتخصص فی الحدیث کیلئے داخلہ درخواست ۱۰رشوال 19 رستمبر دفتر اہتمام میں جمع کرائی جائیں گی اور ٹیسٹ ۱۱ شوال بمطابق 20 ستمبر بروز پیر صبح 9:00 بجے ہوگا

نوٹ: ۱ (۱) تخصص فی الفقہ الاسلامی والافتاء کا دورانیہ 2 سال ہوگا۔

نوٹ: ۲ امسال درجہ اعدادیہ سے لیکر بشمول درجہ سادسہ اسباق اردو میں بھی پڑھائے جائیں گے۔لہذا اردو زبان سمجھنے والے طلباء کرام داخلہ لے سکتے ہیں۔درجہ متوسطہ میں وہ طلباء داخلہ لینگے جو کہ ساتویں جماعت پاس ہو۔

نوٹ: ۳ حسب سابق دارالعلوم حقانیہ کے کتب میں داخل شدہ طلباء میں جو طلباء قراۃ والتجوید میں داخلہ لیں گے مقررہ اوقات میں قراۃ وتجوید پڑھایا جائے گا اور آخر میں کامیاب طلباء کو سند دی جائے گی۔

(دارالعلوم حقانیہ کے نئے تعلیمی سال کا باضابطہ آغاز ان شاء اللہ 22 رستمبر ۲۰۱۰ء بروز بدھ ہوگا)

دار العلوم کی مجلس شوریٰ کا اہم اجلاس:

۱۰ رجون بروز جمعرات ۲۰۱۰ء کو جامعہ دار العلوم حقانیہ کا مجلس شوریٰ کا سالانہ اجلاس حضرت مولانا عبدالحنان صاحب مدظلہ' فاضل دیوبند کی زیر صدارت منعقد ہوا۔ تلاوت قران مجید کے بعد نائب مہتمم حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ نے مہمانوں کو خوش آمدید کہا اور شوریٰ کے اغراض و مقاصد اور ایجنڈا پیش کیا۔ بعد میں باضابطہ طور پر حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ مہتمم جامعہ نے سال ۱۴۳۰ھ کے آمد و خرچ کا تفصیلی میزانیہ پیش کرتے ہوئے جامعہ حقانیہ کے ملکی' ملی و دینی خدمات پر سیر حاصل روشنی ڈالی اور ادارہ ہذا کی قبولیت عامہ' روز افزوں ترقی کو اللہ کا خصوصی انعام اور جامعہ کے بانی اور اس کے مخلص ساتھیوں اور معاونین کا عظیم کارنامہ قرار دیا۔

سال گزشتہ کے آمد اور اخراجات کے بعد سال ۱۴۳۱ھ کیلئے مطلوبہ بجٹ جو کہ سال کے لازمی اور روزمرہ کے اخراجات پر مشتمل تھا' شوریٰ کے سامنے پیش فرمایا۔ اس کے علاوہ ادارہ کے بعض اہم ترین اور فوری نوعیت کے عزائم و منصوبے مثلاً وسیع و عریض جامع مسجد کی ضرورت' جدید ڈسپنسری کا قیام' مدرسہ ھاجرۃ للبنات کا آغاز' اساتذہ و عملہ کے مشاہرات میں اضافہ' نئے کمپیوٹرز کے حصول' اساتذہ و دیگر ملازمین کے رہائشی مکانات کی تعمیر کی طرف اراکین شوریٰ کو متوجہ فرمایا۔ اراکین شوریٰ نے دار العلوم حقانیہ کے کارہائے نمایاں کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے اپنے بہترین آراء و تجاویز سے ادارہ کے منتظمین کو نوازا۔ اس عزم کا اظہار فرمایا کہ حقانیہ کی مزید ترقی و استحکام کیلئے ہم ایک بار پھر حضرت شیخ الحدیثؒ کے مخلص رفقاء کا کردار ادا کرنے کی کوشش کریں گے۔ شوریٰ نے سالانہ بجٹ کے منظوری کے ساتھ آئندہ عزائم کے ابتدائی اخراجات کے طور پر منظوری توکلاً علی اللہ بامید آمد اس یقین کیساتھ دی کہ اللہ تعالیٰ اہل خیر کے ذریعہ اسکے مہیا کرنے کی صورتیں پیدا فرمادیں گے۔ بعد میں مہمانوں کی ضیافت کیلئے ظہرانے کا انتظام کیا گیا۔

دار العلوم اور وفاق المدارس کے سالانہ امتحانات کا انعقاد:

۰۳ رجولائی بروز ہفتہ ۲۰۱۰ء کو دار العلوم کے تمام درجات کے سالانہ امتحانات شروع ہوئے۔ بحمد للہ امتحانات بخیر و خوبی حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ اور اساتذہ کرام کی نگرانی میں اختتام پذیر ہوئے پھر دستار بندی و تقریب ختم بخاری شریف کے بعد بروز ہفتہ ۱۰ رجولائی ۲۰۱۰ء وفاق المدارس کے زیر انتظام تمام وفاقی درجات کے امتحانات شروع ہوئے اور اسکے ساتھ ہی دار العلوم کی سالانہ ڈھائی مہینے کی تعطیلات بھی شروع ہوئیں۔

حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کا سفر کراچی:

گزشتہ ماہ حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کراچی کے تین روزہ سفر پر تشریف لے گئے۔ آپ کو دورے کی دعوت جامعہ دار الخیر کے مہتمم اور عظیم روحانی و علمی شخصیت اور سواد اعظم پاکستان کے سربراہ حضرت مولانا محمد

اسفند یار خان مدظلہ اور جمعیت کے مرکزی ڈپٹی سیکرٹری مفتی محمد عثمان یار خان نے دی تھی۔ آپ نے حضرت مولانا مدظلہ کے چھوٹے فرزند جناب اجمل یار خان کی دعوت ولیمہ میں شرکت کی۔ (آپ کے ہمراہ مدیر الحق مولانا راشد الحق اور مولانا سید یوسف شاہ بھی تھے) دعوت ولیمہ میں سندھ بھر اور خصوصاً کراچی کے اکثر علماء مدارس کے مہتممین اور جماعتی احباب کی کثیر تعداد نے شرکت کی۔ آپ نے اس موقع پر دعوت ولیمہ کے شرکاء سے مختصر خطاب بھی فرمایا۔ دوسرے روز آپ نے جامعہ دار الخیر میں منعقدہ آل پارٹیز ''دفاع اسلام واستحکام پاکستان کانفرنس'' کی صدارت بھی فرمائی۔ جس میں سندھ کی تمام چھوٹی بڑی سیاسی اور مذہبی جماعتوں کے اہم نمائندوں نے بھرپور طور پر شرکت کی۔ آپ نے خطاب میں موجودہ ملکی نازک صورتحال اور پیش آمدہ حالات و واقعات کے بارے میں اپنے مفصل خطاب میں تفصیلی روشنی ڈالی۔ تیسرے روز آپ نے حضرت مولانا قاری عبدالسنان صاحب مدظلہ کے مدرسہ میں جمعیت کے منعقدہ اہم اجلاس میں شرکت فرمائی اور جمعیت کی تنظیم سازی اور دیگر متعلقہ امور پر تفصیلی اجلاس کی صدارت کی۔ شام میں آپ پاکستان اور کراچی کے اہم اور عظیم علمی و تحقیقی دینی درسگاہ جامعۃ الرشید تشریف لے گئے اور وہاں پر اساتذہ وطلباء کرام سے تفصیلی علمی نشست کی۔ وہاں کے مہتمم حضرت مولانا مفتی عبدالرحیم مدظلہ نے جامعہ کے مختلف شعبہ جات کے متعلق انہیں تفصیلی آگاہ کیا اور کئی اہم علمی مسائل پر آپ سے سیر حاصل گفتگو کی۔

نائب مہتمم حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ کی مصروفیات:

تعلیمی سال کے اختتام جمادی الاخری کے نصف آخیر اور رجب کے ابتداء میں اسباق میں تیزی آنے کے ساتھ دینی مدارس خصوصاً فضلائے حقانیہ کے درسگاہوں میں ختم بخاری شریف و دستار بندی کے سلسلے بھی زور پکڑ لیتے ہیں جن میں علماء وفضلاء اپنے مادر علمی کے شیوخ واساتذہ کی شرکت کو اپنے اور ادارہ کے لئے سعادت کا باعث سمجھتے ہیں اس خواہش کے پیش نظر شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد انوار الحق جو اسباق میں ناغہ کو پسند ہی نہیں کرتے مگر بامر مجبوری اس دوران اسباق کے ساتھ ساتھ 20 جون جامعہ محمدیہ ٹوپی' 26 جون بعد از عشاء جامعہ پلوسی پشاور' 27 جون مدرسہ حفظ القرآن سواتی پھاٹک پشاور' 29 جون صبح جامعہ دار الھدیٰ اسلام آباد' 29 جون بعد عشاء جامعہ حلیمیہ پیرز' 30 جون بعد ظہر جامعہ ورانہ کرک بعد عشاء دار العلوم اسلامیہ لکی مروت' یکم جولائی جامعہ عثمانیہ لکی مروت 4 جولائی صبح دار العلوم اسلامیہ باڑہ گیٹ پشاور بعد عصر جامعہ سلمان فارسی حیات آباد اور جامعہ فاروقیہ حیات آباد کے اجتماعات میں شرکت کر کے سامعین کو اپنے مواعظ وخیالات سے مستفید فرمایا۔ بلوچستان کے ضلع ژوب' لورالائی اور قلعہ سیف اللہ کے فضلاء کی دعوت پر شرکت کے ارادہ کے باوجود مصروفیات کی وجہ سے حاضری سے معذرت کرنا پڑی۔

ادارہ

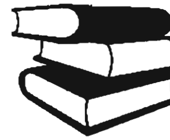

تعارف تبصرہ کتب

کتاب: تحفہ برما مؤلف: مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی قدس سرہ العزیز

مرتب: مولانا محمود حسن حسنی ندوی مدظلہ ضخامت: ۱۶۰ صفحات قیمت: درج نہیں

ناشر: مجلس نشریات اسلام ناظم آباد نمبرا کراچی

داعی کبیر عظیم مصلح مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ عالم اسلام کی ان چند منتخب شخصیات میں سے تھے جن پر بجا طور پر امت مسلمہ کو ناز ہے' آپ نے تاریخ کا مطالعہ قوموں کے حالات وواقعات کے تجزیہ کے ساتھ کیا اور اس میں خاص طور پر مسلمانوں کے عروج وزوال کی طرف توجہ دی۔ مولانا مرحوم نے مسلمانوں کے تاریخی واقعات اور حالات کا تجزیہ ان ہی حالات کی روشنی میں کیا اور موجودہ حالات کو ان سے منطبق کا طریقہ اختیار کیا۔ لہذا ان کی تصنیفات میں اور مختلف ملکوں کے مسلمانوں کو مخاطب کرنے کا جو انداز ملتا ہے اس سے ان کے ان قوموں کے حالات کے تجزیہ وتحلیل کی کوشش ملتی ہے۔ مختلف ملکوں میں ان کے سفروں میں ان کی گفتگو اور جو خطابات ضبط تحریر میں لے آئے گئے' ان میں اس بات کو دیکھا جاسکتا ہے۔

حضرت مولاناؒ نے اپنے دردِ دل کو اقوام عالم بالخصوص عالم اسلام کے سامنے پیش کیا ان کو اپنی عظمت رفتہ کی یاد دلا دی ان کو متحد رکھنے اور اپنے ماضی کے ساتھ جڑنے کی تاکیدات فرمائیں اس مقصد کی خاطر آپ نے دنیا کے تقریباً تمام اہم ممالک کے دورے کیے۔ بحمداللہ اللہ تعالیٰ آپ جو ساتھی تلامذہ اور معاونین فراہم کیے ہیں وہ بھی انہیں کی طرح اصحاب درد اور اہل دل ہیں' انہوں نے آپ کے تمام خطابات تقاریر اور خطبات حیطہ تحریر میں لائے ہیں' جس سے تمام امت مسلمہ مستفید ہو رہی ہے۔

زیر تبصرہ کتاب ''تحفہ برما'' بھی اس زریں سلسلہ کی ایک مضبوط کڑی ہے۔ جسے ہمارے محترم اور مخدوم مولانا محمود حسن حسنی ندوی مدظلہ نے مرتب کی ہے۔ اللہ ان کو جزائے خیر سے نوازے کہ آپ نے امت کے سامنے یہ عظیم تحفہ پیش فرمایا۔ جس میں آپ نے برما میں مختلف اجتماعات ومجالس میں کی گئیں فکر انگیز روح پرور اور ایمان افروز تقریروں میں سے وہ اہم تقریریں' جن میں اسلام کی حفاظت واشاعت کے ضروری کام اور ہم وطنوں کو اس سے متعارف و مانوس کرانے کی طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ یہی ابراہیمی میراث ہے اور اسی میں کامیابی کا راز مضمر ہے۔ ۱۹۶۰ء اور ۱۹۶۱ء میں مولانا کا برما کا دورہ ہوا تھا۔ جو اگرچہ ندوۃ العلماء کی مالی اعانت حاصل کرنے کیلئے کیا گیا

تھا‘ جس کا ذکر خود حضرت مولاناؒ نے ’’کاروان زندگی‘‘ میں کیا ہے لیکن وہاں کے مسلمانوں کی خوشحالی کی ظاہری صورت سے ان کو خوشی نہیں ہوئی جیسے مالی تعاون حاصل کرنے والوں کو ہونا چاہیے۔ چنانچہ برماہی مختلف جلسوں میں حضرت مولاناؒ نے دولت کے خطرات اور دعوت سے غفلت اور اسلامی زندگی سے دوری اور تہاون کے خطرات سے مسلمانوں کو متوجہ کیا‘ حضرت مولاناؒ نے اس آیت کریمہ سے استشہاد کیا انی اراء کم بخیر وانی اخاف علیکم عذاب یوم محیط اسکے اثرات بلکہ اس پیشن گوئی جلد ہی ظاہر ہوگی

ادارہ مجلس نشریات اسلام کراچی نے اس مجموعہ خطابات کو حسب روایت بہترین انداز میں شائع کیا ہے۔ حضرت مفکر اسلام حضرت علی میاںؒ کی تمام تصانیف اس ادارہ کی طرف منظر عام پر آئی ہیں۔ ہماری دعا ہے کہ یہ سلسلہ اسی طرح جاری وساری رہے۔

کتاب: سیرت سیدنا ابو ہریرہؓ مؤلف: مولانا حافظ محمد اقبال رنگونی

ضخامت: ۵۷۶ قیمت: درج نہیں ناشر: ادارہ اشاعت الاسلام مانچسٹر (برطانیہ)

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی تاریخی حالات روز اول سے محفوظ اور مرتب ہوتی چلی آرہی ہے‘ اور ان کے احوال وآثار پر سینکڑوں کتابوں کے اوراق شاہد ہیں۔ جیسا کہ عربی میں ’’العصابه فی تمیز الصحابه‘‘ ’’اسد الغابه فی معرفة الصحابة‘‘ اور اسی طرح حیاۃ الصحابہ سیر الصحابہ اردو زبان میں بھی اس سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ ہر صحابیؓ پر ان کے مراتب فضائل کے اعتبار سے الگ الگ تالیفات وتصنیفات منظر عام پر آچکی ہیں۔ چونکہ حضرت ابو ہریرہؓ جن سے احادیث کا ایک وافر حصہ منقول ہے اور سب سے زیادہ مرویات ان ہی کی ہیں۔ اس لئے دشمنان اسلام و نام نہاد محققین نے دین کی سند کو کمزور کرنے کے لئے ان کو مزید تنقید کا نشانہ بنایا ہے۔ ان تنقیدات و الزامات کے جوابات گاہے گاہے کتابوں میں موجود ہیں لیکن کوئی مستقل تالیفی شکل اختیار نہیں کی گئی۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے‘ حضرت مولانا حافظ محمد اقبال رنگونی صاحب کو جنہوں نے ان تمام تر تنقیدات والزامات کے جوابات کو تالیفی شکل میں جمع کر کے امت مسلمہ پر عظیم احسان فرمایا۔

مستشرقین یورپ و منکرین حدیث وسنت‘ نیز معتزلہ وشیعہ اور قادیانیوں کا حضرت ابو ہریرہؓ پر برسنا اور آپؓ کے بارے میں ہرزہ سرائیوں اور آپؓ کی ذات اقدس پر الزامات واعتراضات اور اتہامات وشبہات جو کہ عرصہ دراز سے کرتے چلے آرہے ہیں اس طرح بعض نام نہاد مسلمان اہل قلم تحقیق وریسرچ کے نام پر حضرت ابو ہریرہؓ کو نشانہ طعن و جرح بنا رکھا ہے۔

فاضل مصنف نے ان اعتراضات واتہامات کے ٹھوس اور مسکت کے جوابات دیئے ہیں اور حضرت ابو ہریرہؓ کے متعلق ہر قسم کے ابہامات وشبہات رفع کئے ہیں۔ مستشرقین میں سے ''گولڈ زہیر'' روافض میں ''عبدالحسین موسوی'' نام نہاد محققین میں ''احمد امین مصری'' اور ''ابوریہ'' کے افتراءات کا زبردست آپریشن کیا ہے اور مستند کتابوں کے حوالہ جات سے حضرت ابوہریرہ کی عدالت وثقاہت کو ثابت کیا ہے۔ اس کے علاوہ حضرت ابو ہریرہؓ کی حالات زندگی، تحصیل علم، عبرت انگیز واقعات، سبق آموز خصال سعیدہ اور اخلاق حمیدہ درد انگیز حکایات حضورﷺ واہل بیت سے تعلق وملازمہ، سماع حدیث، صحابہ کرامؓ کے درمیان مقام ومرتبہ، ان کی علمی وفقہی آراء، منقولہ روایات ائمہ مجتہدین فقہاء اور محدثین، اساطین امت کا ابو ہریرہؓ کو خراج تحسین جیسے اہم موضوعات پر سیر حاصل تبصرہ کیا گیا ہے۔☆

کتاب: الثمار الهدایه علی الهدایه شارح: مولانا ثمیر الدین قاسمی دامت برکاتہم

ضخامت: (۵ جلد) ۲۴۲۳ صفحات قیمت: -/۲۲۰۰ ناشر: زمزم پبلشرز، اردو بازار کراچی

ہدایہ فقہ حنفی کی معرکۃ الاراء مشہور ومعروف کتاب ہے۔ صاحب ہدایہ علامہ ابوالحسن علی برہان الدین مرغینانیؒ المتوفی ۵۹۳ نے ابتداء مختصر القدوری اور جامع الصغیر کے طرز پر ایک متن ''بدایۃ المبتدی'' کے نام سے تیار کیا پھر اس متن کی ایک مبسوط شرح ''کفایۃ المنتھی'' جو اسی (۸۰) جلدوں پر مشتمل تھی، تحریر فرمائی پھر آنے والی نسلوں کیلئے اس کا ایک خلاصہ، لب لباب اور نچوڑ ''الهدایۃ'' چار جلدوں میں تیرہ برس کی طویل محنت شاقہ کے بعد منصۂ شہود پر لائے۔ مورخین کی روایات کے مطابق اس کتاب کی تصنیف کے دوران آپ مسلسل روزے (گھر والوں کو خبر تک نہ ہونے دیا) سے رہے اور اپنے اس عمل پر کسی فقہ میں یہ کتاب جامعیت، کثرت مسائل، حسن ترتیب و وضاحت و بلاغت اور ایجاد واعجاز۔ غرض ہر اعتبار سے اعلیٰ وارفع مقام پر نظر آتی ہے۔ کشف الظنون میں ہدایہ کی مدح میں کیا خوب نقل کیا ہے: ان الهدایة کالقرآن قد نسخت . ماصنفوا قبلها فی الشرح من کتب

فاحفظ قواعدها واسلک سالکها یسلم مقالک من زیغ ومن کذب

ترجمہ: (ہدایہ کی مثال قرآن کی سی ہے جس نے شریعت کی سابقہ کتابوں کو منسوخ کردیا ہے پس اس کے قواعد کو یاد کرو اور اس کے بتائے ہوئے راستے پر چل۔ اس طرح سے تیرا کلام کجی اور جھوٹ سے مامون ہوجائیگا۔)

یہ کتاب قبولیت کے رتبہ عظمیٰ پر فائز ہے، یہی وجہ ہے کہ مسلسل نو صدیوں سے یہ کتاب مدارس میں داخل درس ہے۔

مذاہب اربعہ میں کسی فقہی کتاب کی اتنی خدمت نہیں کی گئی جتنی کہ ہدایہ کی ماضی قریب وبعید میں اس کی بیشمار شرحیں لکھی گئیں۔ صاحب کشف الظنون نے ساٹھ سے زیادہ حواشی وشروح اور احادیث کی تخریجات شمار کی ہیں۔ ہر شرح کی اپنی افادیت اور دائرہ ہوتا ہے۔

زیرنظر شرح 'اثمار الھدایہ' مولانا ثمیر الدین قاسمی مدظلہ نے تحریر فرمائی۔ یہ شرح فی الحال زیر تکمیل ہے' ابتدائی طور پر بکسٹال میں زمزم پبلشرز کی معاونت سے ابتدائی طور پر اس کی پانچ جلدیں سامنے آئی ہیں۔

جلد اول کتاب الطہارۃ۔ جلد ثانی کتاب الصلوۃ۔ جلد ثالث کتاب الصوم وکتاب الحج' جلد رابع' کتاب النکاح' رضاعت وطلاق' جلد خامس طلاق وغیرہ کے بقیہ مسائل پر مشتمل ہیں۔

یادرہے کہ اس سے قبل مصنف کی قدوری کی ایک شرح ''الشرح الثمیر ی'' کے نام سے منظر عام پر آ کر قبول عامہ حاصل کرچکی ہے۔اس شرح کی خصوصیات کچھ یوں ہیں۔

☆ ھدایہ کی عربی عبارت کے ساتھ بامحاورہ ترجمہ اور اسکی آسان اور قابل فہم تشریح۔

☆ تقریباً ہر مسئلہ کے تحت اصول کا ذکر جس سے مسئلہ کا مخرج آسانی سے سمجھ میں آسکے۔

☆ احناف اور دیگر مذاہب کے مسائل کے لئے دلائل احادیث سے پیش کئے گئے اور خصوصاً مذہب حنفی کے مسائل کی توثیق' تائید وتصویف کے لئے اکثر مقامات پر تین احادیث نقل کی گئی ہیں۔

☆ احادیث کے حوالے انتہائی جامع انداز سے دیئے گئے تاکہ حدیث تک رسائی میں مشکل نہ پیش آئے۔

☆ لغت کے تحت مشکل الفاظ کی تحقیق کی گئی۔

☆ قدیم اصطلاحات کی نئی اصطلاحات کے ساتھ وضاحت کرنا۔

یہ شرح علماء کرام اور طلباء عظام ہر دو کے لئے مفید اور زریں تحفہ ہے۔آخر میں یہی کہوں گا کہ

''مشک آں است کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید''

کتاب: اکابرین وفاق المدارس پاکستان مؤلف: مولانا حافظ سید محمد اکبر شاہ بخاری

ضخامت: ۳۳۶ صفحات قیمت: درج نہیں ناشر: مکتبہ رحمانیہ لاہور

مولانا حافظ سید محمد اکبر شاہ بخاری صاحب زیدمجدہم نے اکابر اہل علم کے حالات' واقعات ان کے سوانح' خطبات' مواعظ اور ملفوظات وارشادات کی ترتیب' تالیف پر درجنوں کتابیں مرتب کی ہیں اور بعض تالیفات کئی جلدوں پر مشتمل ہیں۔ زیرنظر کتاب اکابرین وفاق المدارس العربیۃ پاکستان' حضرت مولانا صاحب کی اپنے اکابر کے ساتھ والہانہ محبت کی دلیل ہے۔اس کتاب میں مولانا موصوف نے وفاق المدارس العربیۃ کے قیام اس کے سب سے پہلے کابینہ' ارکان مجلس عاملہ وعہدیداران کا تذکرہ کیا ہے اور ساتھ اکابرین وفاق المدارس کا مختصر سوانحی خاکہ اور ساتھ پاکستان بھر میں چند مشہور مدارس کا تذکرہ جو وفاق المدارس میں شامل ہیں' مکتبہ رحمانیہ اقراء سنٹر غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور نے افادہ عام کے لئے شائع کر کے داد تحسین حاصل کی۔

روح افزا اور کیا چاہیے!
SHARBAT
ROOH AFZA
REGD.
شربت روح افزا
ہمدرد
Blitz DDB

Regd No. P-90 Monthly "Al-Haq" Akora Khattak

مطبوعات مؤتمر المصنفین جامعہ حقانیہ

نمبر شمار	نام کتاب	تصنیف	افادات	صفحات
۱	حقائق السنن شرح جامع السنن للترمذیؒ	حضرت مولانا سمیع الحق	شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ	۵۳۶
۲۔	دعواتِ حق ۔(مکمل دو جلد)	" " "	" " " " "	۱۱۹۲
۳۔	قومی اسمبلی میں اسلام کا معرکہ	" " "	" " " " "	۴۰۰
۴۔	عبادات و عبدیت	" " "	" " " " "	۸۸
۵۔	مسئلہ خلافت و شہادت	" " "	" " " " "	۱۰۴
۶۔	صحبتے با اہل حق (مجلد)	مولانا عبدالقیوم حقانی	" " " " "	۴۰۸
۷۔	اسلام اور عصر حاضر (مجلد)	حضرت مولانا سمیع الحق	حضرت مولانا سمیع الحق	۴۶۰
۸۔	قرآن حکیم اور تعمیر اخلاق	" " "	" " " " "	۹۶
۹۔	کاروانِ آخرت (مجلد)	" " "	" " " " "	۴۴۶
۱۰	شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ خصوصی نمبر	مولانا عبدالقیوم حقانی	" " " " "	۱۲۰۰
۱۱۔	قادیانیت اور ملت اسلامیہ کا موقف	حضرت مولانا سمیع الحق	" " " " "	۲۰۸
۱۲	قادیان سے اسرائیل تک	" " "	" " " " "	۲۲۴
۱۳۔	قومی اور ملّی مسائل پر جمعیت کا موقف	" " "	" " " " "	-
۱۴۔	میری علمی اور مطالعاتی زندگی (مجلد)	" " "	" " " " "	۵۶۰
۱۵۔	روسی الحاد	" " "	" " " " "	۲۲۰
۱۶۔	فتاوی حقانیہ	مولانا مفتی مختار اللہ	حضرت شیخ الحدیث و مفتیان حقانیہ	۳۶۰۰
۱۷۔	خطبات حق	" " "	حضرت مولانا سمیع الحق	۳۵۰
۱۸	نظام اکل و شرب	" " "	" " " " "	۴۵۰
۱۹۔	صلیبی دہشت گردی اور عالم اسلام	مولانا عبدالقیوم حقانی	" " " " "	۵۰۰
۲۰۔	زین المحافل (شرح شمائل ترمذی) جلد دو	مولانا اصلاح الدین	" " " " "	۱۰۵۵
۲۱	مروجہ کرنسی کیلئے معیار نصاب سونا یا چاندی	مولانا مفتی مختار اللہ	مولانا مفتی مختار اللہ	۱۰۰
۲۲	انوارِ حق (جلد اول)	حافظ سلمان الحق حقانی	حضرت مولانا انوار الحق حقانی	۲۶۰

مؤتمر المصنفین ○ جامعہ دار العلوم حقانیہ ○ اکوڑہ خٹک